اثباتِ راحت وعذاب
قبر وحیات بعد الممات
یعنی
غموں سے بھرپور
خوشیوں سے مسرور

قبر کی زندگی

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن

اثباتِ راحت و عذاب قبر و حیات بعد الممات

یعنی

غموں سے بھرپور خوشیوں سے مسرور

قبر کی زندگی

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

ناشر
اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی نمبر ۵۔ فون ۳۹۲۷۱۵۹۰

کتاب کا نام ـــــــــ قبر کی زندگی

تاریخ اشاعت ـــــــــ دسمبر ۲۰۰۶ء

باہتمام ـــــــــ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن

کمپوزنگ ـــــــــ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن

مطبع ـــــــــ

ناشر ـــــــــ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی نمبر ۵، فون ۴۹۲۷۱۵۹

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک کراچی۔
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

قال رسول الله ﷺ عذاب القبر حق
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر کا عذاب حق ہے

اثبات الحیات بعد الممات

ازقرآنی آیات وفرامین سید الکائنات علیہ الصلوٰت والتسلیمات
اس رسالہ میں قرآن وحدیث اور اجماع سلف سے راحت وعذاب قبر اور حیات اموات فی القبر کو مدلل اور آسان طریقہ سے ثابت کیا گیا ہے اور مستدلات منکرین کا رد اور آیات قرآنیہ کا صحیح محمل اور مفہوم بیان کیا گیا ہے اور مخالفین کے سوالات کے مسکت جواب دیئے گئے ہیں۔

مؤلف

شیخ الحدیث مناظر اسلام پیر طریقت حضرت مولانا محمد عبد الکریم نعمانی نقشبندی مدظلہ العالی
مہتمم جامعہ ابی بکر صدیق کبیر والا (خانیوال)

اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن

اجمالی

فہرست

مقدمہ

از: حضرت مولانا مفتی محمد اسد اللہ عمر نعمانی استاذ حدیث و مہتمم دار العلوم سیدہ حفصہؓ پھول نگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد اللہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

امابعد: اس میں شک نہیں کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو دور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک من وعن محفوظ چلی آتی ہے اور قرآن کریم کو اول سے ابتک امت کے اتنے بڑے طبقے نے ایسے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے جسکے صحیح اور غیر مشکوک ہونے میں کوئی تامل نہیں اور قیامت تک محفوظ رہے گا اور یہ قرآن ہی ہے جو ہدایت کے لئے پہلا اور اعلیٰ ماخذ ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ (رواہ فی الموطا، مشکوٰۃ ص ۳۱)

میں نے تمہارے اندر دو امر چھوڑے ہیں جب تک ان کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے وہ خدا کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

لیکن جس طرح قرآن وسنت محفوظ ہے اسی طرح اس کا مطلب ومفہوم بھی محفوظ ہے اور اس سے انحراف اسی طرح بُرا ہے جیسے الفاظ قرآن سے انحراف۔ اس لئے کہ علماء امت نے جس طرح قرآن کی حفاظت کی اسی طرح اس کی تفسیر بھی بحافظت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور ان سے تابعین اور پھر ہر دور کے اخلاف نے اپنے اسلاف سے دیانت کے ساتھ نقل کی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف

الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاهلین (بیہقی مشکوٰۃ ص ۳۶)

اس علم کو پچھلوں میں سے ان کے عادل لوگ حاصل کرتے رہیں گے جو اس سے غالیوں کی تحریف باطل پرستوں کی من چاہی اور جاہلوں کی تعبیرات کو ختم کر دیں گے۔

اس سے واضح ہوا کہ امت کا بڑا طبقہ جس طرح روایت قرآن وحدیث میں مستعد رہے گا اس کے مفہوم و مطلب کا تحفظ بھی کرے گا اور اہل باطل کا رد بھی کرے گا۔ چنانچہ دین نقل کا نام ہے عقل کا نہیں اس لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اپنی رائے سے قرآن کریم کی تفسیر کرنے کو جرم عظیم قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا۔

من قال فی القرآن برأیه فلیتبوء مقعده من النار (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۳۵)

جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے کے ساتھ کرے وہ جہنمی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کا مفہوم و مطلب بھی صرف وہی معتبر ہے جو اسلاف سے منقول و متوارث اور معمول بہ ہو نیز اللہ تعالیٰ علام الغیوب کو معلوم تھا کہ ہر آدمی اسلام لانے کے بعد عالم نہیں بن سکتا اور ہدایت کی ضرورت اور صراط مستقیم پر چلنا ہر کسی کے لئے ضروری تھا اس لئے علمی گہرائیوں میں ڈالنے کے بجائے اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کے راستہ کی تعبیر منعم علیہم انبیاء صدیقین اور شہداء صالحین کے مجموعی راستہ کو قرار دیا ہے نہ کہ کسی ایک کی انفرادی راہ کو قرار دیا۔

اہل ہدایت

اس لئے اللہ نے مقدمۃ القرآن سورۃ فاتحہ (جس کا ہر نماز میں پڑھنا واجب قرار دیا گیا ہے) میں راہ ہدایت حاصل کرنے کے لئے (بجائے اس کے کہ ہر شخص قرآن وحدیث کو کھول کر بیٹھ جائے) ایک مقدس گروہ اہل حق کی مجموعی راہ کا انتخاب کیا ہے، چنانچہ بطور تعلیم دعا، بندوں سے کہلوایا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین

انعمت علیھم ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت فرمائیں (یعنی) ان لوگوں کی راہ جن پر آپ نے انعام فرمایا۔

پھر اس کی تشریح دوسری جگہ خود فرمادی (کہ وہ جماعت انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی مجموعی اور مجمع علیہ راہ ہے جس سے انحراف الحاد بے دینی بنے گی)۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین وعضوا علیھا بالنواجذ تم میری اور خلفاء راشدین ؓ کی سنت کو لازم پکڑنا اور اسے داڑھوں سے مضبوط تھامنا اور نئے کاموں سے بچنا کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے گویا جو ان کی راہ کو چھوڑ دے گا وہ جہنمی ہوگا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ منسلک رہنے کی سخت تاکید فرمائی اور افتراق وتشتت کی راہ پر چلنے سے سختی کے ساتھ روکتے ہوئے فرمایا۔

ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذة والقاصیة والناحیة وایاکم والشعاب وعیکم بالجماعة والعامة (رواہ احمد مشکوۃ ص ۳۱) بلاشبہ شیطان انسان کا اسی طرح بھیڑیا ہے جس طرح بکریوں کا جو کہ علیحدہ رہنے والی دور رہنے والی اور کنارہ میں رہنے والی بکریوں کو پکڑتا ہے۔ لہذا تم علیحدگی سے بچو جماعت سے منسلک رہو اور اکثریت سے۔

اجماع امت کی اہمیت

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجماع امت کو بھی راہ ہدایت قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ان اللہ لا یجمع امتی او قال امة محمد علی الضلالة وید اللہ علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار (ترمذی، مشکوۃ ص ۳۰) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالی میری امت کو یا فرمایا کہ امت محمد گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو علیحدہ ہوا وہ جہنم میں علیحدہ کر کے ڈالا جائے گا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار (ابن ماجہ عن انس مشکوۃ ص ۳۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواد اعظم (بڑی جماعت) کی اتباع کرو جو علیحدہ ہوا اسے علیحدہ کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

سواد اعظم کے لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ افراد ایسے موقر ہونے چاہئیں کہ ان کا وجود ایک جماعت کی شکل میں بھاری باشوکت اور بارعب نظر آئے۔ چنانچہ عبد اللہ ابن مبارک سے جب دریافت کیا گیا کہ وہ جماعت کون ہے؟ تو وہ جواب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محمد بن ثابت رحمہ اللہ اور حسن بن واقد رحمہ اللہ کے دور تک پہنچ گئے جب ان سے کہا گیا کہ ان حضرات کی تو وفات ہو گئی تو فرمایا کہ پھر ابو حمزہ السکری رحمہ اللہ۔

افراد کا زیادہ ہونا صداقت کا معیار نہیں ہے

ایک بہت عامیانہ خیال ہے کہ سواد اعظم سے صرف لوگوں کی اکثریت مراد ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے غور کرنا چاہئے کہ دور فتن میں اہل حق کی اکثریت کب ہو سکتی ہے؟ پھر اس اکثریت پر حق و باطل کے فیصلہ کا شرعی معیار قرار دینا اور بھی ناسمجھی کی بات ہے۔ اگر آج ایک طرف بے دینی دہریت مذہبی حریت فواحش ومنکرات کی اکثریت موجود ہے تو کیا اس کو یہ حق ہے کہ وہ خود کو سواد اعظم کا معزز لقب دے کر فرقہ ناجیہ کا مصداق ٹھہرائے۔ (ترجمان السنۃ ج ۱)

اہل ایمان کا راستہ چھوڑنا جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہے

اور فرمایا کہ جس نے بھی جماعت سے جدائی اختیار کی اس نے اسلام کی رسی کو گلے سے نکال دیا اور یہی مضمون قرانی آیت میں ہے چنانچہ سورۃ نساء آیت نمبر

۱۱۴ میں ہے۔

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدیٰ ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساء ت مصيرا (پ۵ع۱۳)
جو شخص رسول خدا کی مخالفت کو اختیار کرے اور مومنین کا راستہ چھوڑ کر دوسرے (راستہ) پر چل پڑے تو ہم اسے ادھر پھیرتے جائینگے جدھر پھرے گا اور جہنم میں داخل کریں گے جو بُرا ٹھکانا ہے۔

اس آیت اور احادیث مذکورہ کا خلاصہ یہی ہے کہ امت کا مجموعی راستہ خدا اور رسول کی طرف سے منتخب کردہ صراط مستقیم ہے جس کا چھوڑنے والا جہنمی ہے خواہ قرآن کو آڑ بنا کر چھوڑے یا حدیث کو، اور امت میں سے سب سے افضل طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے پھر تا قیامت امت کا غالب اکثریت پر مشتمل علماء اور اہل علم کا طبقہ ہے جس کی اتباع دین ہے۔

جماعت حقہ

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے غالب اکثریت والے طبقہ کا وجود تا قیامت اوصاف سمیت بیان فرمادیا ہے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری ومسلم نے نقل کیا ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول لا يزال من امتى امة قائمة بامر الله لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى ياتى امر الله وهم على ذالک (متفق علیہ مشکوۃ ص۵۸۳) میں نے رسول سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم پر ڈٹی رہے گی جسے ان کے دشمن ومخالف نقصان نہ دے سکیں گے یہاتنک کہ اللہ کا امر (یعنی قیامت) آجائے اور وہ اسی پر ہوں گے۔

چنانچہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہوگیا کہ اہل حق کی ایسی جماعت جو

اسلاف کے طرز وطریق پر قائم ہوگی قیامت تک ڈٹی رہے گی کوئی نئی پیدا ہونے والی جماعت یا فرقہ حق پر نہ ہوگا چنانچہ ایسی ہی روایت حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (مشکوۃ ص ۴۶۵) میں بروایت ترمذی وابوداؤد منقول ہے۔

لا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لا یضرهم من خالفهم حتی یأتی امر الله، میری امت کی ایک جماعت حق پر غالب اکثریت میں ہوگی۔ جن کو ان کی مخالفت کرنے والے اللہ کے حکم (آنے یعنی قیامت) تک نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

اور بروایت معاویہ بن قرہ فرمان نبوی میں آیا ہے۔ **لایزال طائفة من امتی منصورین لا یضرهم من خذلهم حتی تقوم الساعة** (ترمذی، مشکوۃ ص ۵۸۴) میری امت کی ایک جماعت خدا تعالیٰ کی نصرت پائی ہوئی رہے گی اور انکے رسوا کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہانتک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

نیز بخاری شریف (ص ۱۰۸۷) میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات موجود ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جس شخص سے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرمائیں اسے دین کی فقہ عنایت فرماتے ہیں.

لن یزال امر هذه الامة مستقیما حتی تقوم الساعة. اس امت کا معاملہ قیامت تک ہمیشہ سیدھا رہے گا۔

اور روایت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے **حتی یاتیهم امر الله وهم ظاهرون.** حتی کہ ان کے ہاں اللہ کا امر اس حال میں آئے گا کہ وہ غالب ہونگے۔

جملہ روایات سے معلوم ہوا کہ دور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تا قیامت اہل حق کی جماعت کا از اول تا آخر ربط رہے گا کہ وہ عقیدہ و عمل میں متفق ہونگے اور ان سے

علیحدگی اختیار کرنے والا جہنمی بنے گا۔

اہل ضلالت

چنانچہ اہل ضلالت کے بارہ میں فرمایا آخری زمانہ میں دجال کذاب ہونگے۔ **یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم و لا آباء کم فایاکم وایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم** (رواہ مسلم) وہ تمہارے سامنے نئی نئی باتیں بنا کر لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہونگی نہ تمہارے باپ دادا نے وہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔

خلاصہ: یہ کہ کتاب وسنت اجماع امت کا ایک ہی راستہ ہے جو دور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت تک قائم ہے اور ہر نیا پیدا ہونے والا فرقہ جو ان سے کٹ کر کتاب وسنت کے نام پر ظاہر ہو وہ باطل اور گمراہ ہوگا اس لئے اس سے بچیں اور اسلاف کی راہ پر چلتے رہیں قرآن وحدیث کو انکی تعلیمات کے مطابق پڑھیں اور سمجھیں۔

معیار باطل

ہمیشہ سے یہ طریقہ کار رہا ہے کہ جب بھی کوئی باطل فرقہ آیا اس نے اسلام وقرآن کا نام استعمال کیا اور اس کا مفہوم ومطلب اکابر سے ہٹ کر اپنی رائے سے سمجھنے لگا۔ چنانچہ خوارج نے قرآن پاک کی آیت ان الحکم الا للہ کی آڑ میں حضرت خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف زبان درازی کر کے آپ کو العیاذ باللہ اسلام سے خارج قرار دیا اس لئے قران پاک نے بھی اعلان کیا کہ بہت لوگوں کو اسی قرآن کے ذریعہ سے گمراہ کرتے ہیں۔

کیا آباء کی تقلید مطلقا جرم ہے

آج کے بعض باطل فرقے جہاں آباء کی ناحق تقلید کرتے نظر آتے ہیں وہیں

بعض باطل فرقے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ آیت واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوابل نتبع ما الفینا علیہ أباء نا اولو کان أباؤھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل فرمایا تم اس کی اتباع کرو تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا (کیا وہ اپنے باپ دادوں کی ہی اتباع کریں گے؟) اگر چہ ان کے آباء کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں۔

پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسے مشرکین اپنے آباء کا حوالہ دیتے تھے یہ بھی اپنے آباء کا حوالہ دیتے ہیں حالانکہ آیت قرآنی بتا رہی ہے کہ وہ قابل مذمت اس لئے ہیں کہ انھوں نے ایسے آباو اجداد جو ہدایت یافتہ بھی نہ تھے اور عقل وشعور سے بھی خالی تھے کی اتباع کا دعوی کرتے ہوئے قرآنی تعلیمات کا انکار کر دیا۔ ان کے آباو اجداد نے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے شرک اختیار کیا غیر اللہ کی پوجا کے برے رسم ورواج نکالے وہ لوگ کیسے اتباع کے لائق ہو سکتے ہیں پھر یہ معلوم ہے کہ باپ دادوں کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں نہ تو ان کے پاس اللہ تعالی کی کتاب کی سمجھ داری ہے ہاں اگر باپ دادا ہدایت پر ہوں اور انھوں نے حق کی راہ بتائی ہو تو ان کی اتباع کی جائے جیسے قرآن کریم میں حضرت یوسفؑ کا قول سورۃ یوسف میں نقل فرمایا کہ انھوں نے اپنے جیل کے ساتھیوں سے فرمایا واتبعت ملۃ اباء ی ابراھیم واسحق ویعقوب (کہ میں نے اتباع کیا اپنے باپ دادوں ابراھیم اسحٰق اور یعقوبؑ کی ملت کا)

باطل میں کسی کی بھی تقلید کرنا جائز نہیں ہے، البتہ جو اھل حق ہو اللہ کے دین پر چلتا ہو، اس کی تقلید کرنا جائز ہی نہیں ہے بلکہ اس کا اتباع کرنا لازم ہے جیسا کہ سورۃ لقمان میں فرمایا واتبع سبیل من اناب الی۔ جو شخص میری طرف رجوع کرے اس کا اتباع کرو۔

تقلید اباء کا طعنہ

آج کا باطل پرست فرقہ سادہ لوگوں کو مشرکین کے اسی قول کا حوالہ دیتا ہے کہ وہ بھی اپنے آباء کا نام لیتے تھے اور یہ بھی۔ حالانکہ ان کے آباء مشرک اور جاہل تھے اور ہم بفرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم امت کے اہل علم طبقہ کی بات کر رہے ہیں نہ کہ جاہل مشرک آباء واجداد کی قرآن کریم میں ہے کہ حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کو جمع کر کے فرمایا (ما تعبدون من بعدی) کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے جواب دیا (نعبد الھک و الہ آباء ک ابراھیم و اسماعیل و اسحاق) ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل، اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے۔

اور قرآن نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم،، آل عمران کو اس جہان میں چن لیا جو ایک دوسرے کی اولاد ہیں اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واتبعت ملة آبائی میں اپنے آباء اجداد کی اتباع کرتا ہوں معلوم ہوا مطلق آباء و اسلاف کی اتباع منع نہیں بلکہ انبیاء اولیاء اور صلحاء علماء کی اتباع کرنا فرض ہے قرآن نے فرمایا فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو کامل علم لوگوں سے پوچھو اور فرمایا۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے عالم بندے ڈرتے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی اتباع کی جائے اور ان کے مجمع علیہ راستہ پر چلا جائے کسی ایک کی اکیلی راہ پر نہ چلا جائے خواہ وہ کتنا بڑا صاحب علم ہونے کا دعویٰ کرے۔

فتنہ انکار حیات وراحت وعذاب قبر

ان نو پید افرقوں میں سے ایک فرقہ وہ بھی ہے جو عذاب قبر کا منکر ہے اس نے

بھی ہر دور میں نئے سے نئے روپ اپنائے ہیں پانچویں صدی کے نصف میں ایک مرتد بے کندی پیدا ہوا تھا جس نے یہ عقیدہ اپنایا کہ آنحضرت ﷺ اب بالفعل اور عملاً نبی نہیں رہے آپ سابق نبی ہیں اسلئے کہ آپ وفات پاگئے ہیں گویا (انک میت وانهم میتون) سے استدلال کر کے ان محمد اقد مات کہتے ہوئے اس نے آپ کی نبوت کا عملاً انکار کیا جس پر علماء کرام نے قرآن حدیث سے استدلال کر کے آنحضرت ﷺ کے عقیدہ حیات فی القبر متعلق روح وجسم کو واضح کیا اور اس فتنہ کا رد کیا چودھویں صدی میں پیدا ہونے والے بے کندی اس سے بھی آگے نکل گئے انہوں نے قرآن پاک کی متعدد آیات سے تفسیر بالرای کے ذریعہ حیات اموات انبیاء کا نہ صرف انکار کیا بلکہ اسلاف امت جو کہ بالاتفاق حیات انبیاء بلکہ حیات اموات فی القبور پر متفق تھے ان کو کافر و مشرک قرار دیا اور انہیں نصوص قطعیہ کا منکر کہہ کر اسلام سے خارج کر دیا۔ حالانکہ فی الحقیقت ان کے اس زعم باطل کا تعلق نہ قرآن سے ہے اور نہ احادیث سے پورے قرآن میں ایک آیت بھی نہیں جس سے اشارۃً بھی ان کے اس عقیدہ باطل کا استدلال کیا جاسکے (کما سیاتی انشاءاللہ)

چنانچہ حضرت والد صاحب نے اس مختصر رسالہ میں اس فتنہ کے مختلف گروپوں کے استدلالات کا رد کیا جو انہوں نے قرآن سے تفسیر بالرائے کے ساتھ اپنے عقیدہ باطلہ کو ثابت کرنے کیلئے قائم کئے ہیں اور ان آیات کا وہ مفہوم جو اسلاف سے منقول ہے بیان کیا اور عقیدہ حقہ حیات فی القبر کو قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کیا ہے اور ان کے قائم کردہ استدلالات کو رد کر کے اصل مسئلہ کو واضح کیا ہے اللہ تبارک وتعالی اس کو قبولیت عامہ سے نوازیں اور حضرت والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے لئے اس کتاب کو ذریعہ مغفرت اور ترقی درجات بنائیں آمین مقدمہ کے آخر میں صاحب کتاب حضرت والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے تا کہ

حضرات قارئین کامل اطمینان سے کتاب سے مستفید ہوسکیں۔

فقط محمد اسد اللہ عمر نعمانی غفرلہ

مختصر تعارف صاحب کتاب دامت برکاتہم

زیر نظر کتاب ہمارے والد ماجد۔ مناظر اسلام پیر طریقت رہبر شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالکریم نعمانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کی تالیف ہے۔

ولادت

حضرت والد صاحب برکاتہم دامت کی ولادت با سعادت رمضان شریف کے بابرکت مہینہ میں سن ۱۹۴۷ء کوٹ ادو شہر سے کچھ فاصلہ پر بستی منجوٹھی میں ہوئی، ہمارے محترم داداجی کا اسم گرامی اللہ دتہ تھا، وہ ایک نیک دل نرم طبیعت خداترس انسان تھے۔

ابتدائی تعلیم

حضرت والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے قرآن مقدس کی ناظرہ تعلیم کے لئے کوٹ ادو شہر میں واقع مدرسہ مظاہر العلوم میں قاری محمد نواز صاحب سے ناظرہ قرآن کریم پڑھا پھر ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت مولانا غلام حسین صاحب صرفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت عالیہ میں تشریف لے گئے حضرت رحمہ اللہ نے حضرت والد صاحب سے انتہائی شفقت کا معاملہ فرمایا اس طرح حضرت والد صاحب نے جلالین شریف تک حضرت کے پاس ٹھٹھہ سیال نزد خانپور بگا شیر ضلع مظفر گڑھ میں تعلیم حاصل کی۔

تکمیل تعلیم

پھر حضرت والد ماجد صاحب تعلیم کی تکمیل کے لئے ملتان تشریف لائے اور مدرسہ نعمانیہ قدیر آباد اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں اپنے زمانہ کے ممتاز علماء کرام سے استفادہ فرمایا ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی

محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عبدالقادر قاسمی صاحب رحمہ اللہ حضرت مولانا سیف الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا غلام احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سن فراغت تعلیم

حضرت والد صاحب نے مندرجہ بالا حضرات سے ۱۹۶۵ء میں اسباق حدیث پڑھ کر دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم کی تکمیل کی۔

تعلیم فن مناظرہ

دورہ حدیث شریف کرنے سے قبل ہی حضرت والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ تعلیم فن مناظرہ کے لئے ۱۹۶۲ اور ۱۹۶۳ میں امام اہلسنت رئیس المناظرین پیر طریقت حضرت مولانا دوست محمد قریشیؒ اور شیخ العرب والعجم قائد اہلسنت سلطان المناظرین حضرت مولانا علامہ محمد عبدالستار صاحب تونسوی دامت برکاتہم (سرپرست تنظیم اہلسنت والجماعت پاکستان) سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

بیعت وخلافت

حضرت والد صاحب مدظلہ نے منازل سلوک واحسان طے کرنے کے لئے ۱۹۶۲ء میں پیر طریقت حضرت علامہ قریشیؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور حصول تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت کے ساتھ سفر وحضر میں کافی وقت گزارا ۱۹۷۴ء میں حضرت علامہ صاحب کا جب موت نے محبوب حقیقی سے وصال کرادیا اور حضرتؒ اپنے شیخ سے پہلے ہی اپنے متوسلین کو داغ مفارقت دیتے ہوئے مقصود حقیقی تک جا پہنچے حضرتؒ کے وصال کے بعد حضرت والد صاحب دامت برکاتہم نے اپنے شیخ الشیخ حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صاحب نقشبندی خلیفہ مجاز حضرت شاہ فضل علی قریشیؒ مسکین پوری سے بیعت ہوئے۔ حضرت خواجہ عبدالمالکؒ کی وصال کے بعد

ان کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے بیعت کی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں خلافت عطا فرمائی۔

تدریس وخطابت

۱۹۶۵ سے ۱۹۷۱ء تک آپ نے مدرسہ بحرالعلوم سناواں۔ جامعہ حسینیہ مدنیہ دائرہ دین پناہ۔ مدرسہ منیرالعلوم چک نمبر ۹۹ علاقہ لعل عین کروڑ میں درس نظامی کی تدریس کی۔ ۱۹۷۲ میں مرکزی جامع مسجد مین بازار کبیر والا میں بطور خطیب آپ کا تقرر ہوا آپ نے بلا خوف لومۃ لائم بے لوث ہوکر اور بھرپور انداز میں مذہب حقہ اہل سنہ والجماعت اور مسلک حقہ علماء دیوبند کی ترویج واشاعت کا فریضہ بطریق احسن نبھایا۔ ۸۰ میں آپ نے کبیر والا میں جامعہ ابی بکر صدیقؓ کے نام سے مدرسہ قائم کیا جہاں حفظ وناظرہ تجوید وقرات اور فن مناظرہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک پرائمری سکول قائم کیا آپ ۱۹۸۰ء سے تا حال جامع مسجد صدیقی میں رشد وہدایت کی شمع فروزاں کئے ہوئے ہیں۔

تدریس فن مناظرہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو فن مناظرہ میں بے مثال ملکہ عطا کیا آپ ایسے دلائل ساطعہ وبراھین قاطعہ کے ساتھ احقاق حق اور ابطال باطل فرماتے ہیں کہ تمام باطل وملحد فرقوں اور فتنوں کے تاروپود بکھیر دیتے ہیں فتنہ قادیانیت وپرویزیت رافضیت وخارجیت، غیر مقلدیت ومماتیت، اہل بدعت ومودودیت کی تردید کے موضوعات پر آپ بلند پایہ مناظر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ باطل فتنوں کے کئی نامور مناظرین کو میدان مناظرہ میں شکست سے دوچار کر چکے ہیں۔ آپ شعبان اور رمضان میں مختلف مدارس میں فارغ التحصیل علماء، ومنتہی طلباء کو ردفرق باطلہ کے عنوان سے فن مناظرہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ چند سال آپ نے علامہ دوست محمد قریشیؒ کے قائم کردہ دارالمبلغین

کوٹ ادو میں مناظرہ پڑھایا۔ ایک سال دار العلوم عید گاہ کبیر والا، ایک سال جامعہ مخزن العلوم سندھ اور کئی سال جامعہ ابی بکر صدیقؓ میں علماء کو مناظرہ پڑھایا۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد ملک بھر میں اہل اسلام کے عقائد ونظریات کا بھرپور انداز میں دفاع کر رہے ہیں۔

اسفار

آپ نے دینی وسیاسی خدمت کے سلسلہ میں اندرون ملک کے بے شمار سفر کئے بیرون ملک کے اسفار بھی کئے۔

دورہ ہندوستان

آپ ۱۹۸۰ میں دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ امیر خدام اہلسنت والجماعت پاکستان اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی علی محمد رحمہ اللہ مہتمم دار العلوم عیدگاہ کبیر والہ اور دیگر اکابرین کی معیت میں ہندوستان تشریف لے گئے اس دوران دہلی سہارن پور اور امرتسر بھی تشریف لے گئے۔

دورہ افغانستان

طالبان (رحمہ اللہ تعالی امارتہم الاسلامیہ) کے مبارک دور میں آپ دو مرتبہ افغانستان کے مطالعاتی دورے پر تشریف لے گئے۔ اور عالمی استعمار سے نبرد آزما اسلام کے جانباز و جانثار مجاہدین کے جذبوں اور ولولوں کو جلا بخشی۔

سفر حج

۱۹۹۹ء میں آپ سفر حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔

سیاسی خدمات

آپ زمانہ طالبعلمی سے ہی جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہیں ۱۹۶۲ء میں آپ نے جمعیت کی رکنیت حاصل کی آپ کا پہلا رکنیت فارم مفکر اسلام قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے دست مبارک سے پُر ہوا آپ نے جمعیت میں ایک کارکن سے لے کر مرکزی رہنما تک مختلف عہدوں پر کام کیا ۱۹۷۷ء میں آپ قومی اتحاد کبیر والا کے صدر تھے ۷۵ سے ۸۳ تک جمعیت علماء اسلام تحصیل کبیر والا کے امیر رہے ۸۰ تا ۸۵ء جب میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد رمضان ازہرؒ جمعیت علماء اسلام ضلع ملتان کے جنرل سیکرٹری تھے تو آپ ضلع کے ناظم مقرر ہوئے ۸۶ سے ۲۰۰۰ء تک آپ جمعیت ضلع خانیوال کے امیر رہے اس دوران آپ نے جمعیت کے صوبائی نائب امیر کے عہدے پر بھی کام کیا آپ شریعت بل کی تحریک میں متحدہ شریعت محاذ کے ضلعی امیر رہے اور اسلامی جمہوری اتحاد کے ضلعی صدر اور ملی یکجہتی کونسل کے بھی ضلعی امیر رہے۔ اس وقت آپ جمعیت علماء اسلام (سمیع الحق گروپ) کے مرکزی ناظم ہیں آپ نے اپنی سیاسی زندگی میں حافظ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی زیر قیادت کام کیا۔

گرفتاریاں

آپ کو اپنی دینی وسیاسی سرگرمیوں کے نتیجے میں بار ہا قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا آپ کی پہلی گرفتاری ۱۹۶۸ء میں کوٹ ادو میں ہوئی۔ جب آپ جمعۃ الوداع کے موقع پر ایوب خان کے خلاف جلوس کی قیادت فرمارہے تھے دوسری مرتبہ آپ ۱۹۷۴ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں کبیر والا سے گرفتار ہوئے تیسری مرتبہ ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں کبیر والا سے گرفتار ہوئے آپ کے ساتھ گرفتار ہونے والے علماء میں مولانا پیر امداد اللہ صاحب (حال خطیب جامع مسجد کوثر خانیوال) اور

مولانا محمد اشرف ہمدرد (حال خطیب جھنگ سٹی) شامل تھے اس کے بعد متعدد بار زندانوں کی سیر کرنا پڑی اور بارہا پابندیوں، زباں بندیوں اور ضلع بندیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن یہ گرفتاریاں اور پابندیاں آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکیں۔ بقول شاعر

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

آپ نے تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تحریک شریعت بل، تحریک دفاع افغانستان سمیت غلبہ اسلام اور تحفظ عقیدہ و نظریہ اہلسنت کی ہر تحریک میں بھرپور اور نمایاں کردار ادا کیا آپ اس وقت مدرسہ جامعہ قاسمیہ اڈہ پل بارہ میل تحصیل کبیر والا (خانیوال) کی مسند حدیث پر شیخ الحدیث کی حیثیت سے فائز ہیں بخاری شریف، ترمذی شریف، اور مشکوۃ شریف آپ کے زیر تدریس ہیں اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر سلامت با کرامت رکھے اور حضرت کی خدمات عالیہ کو قبول فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی یثبت المؤ منین والمؤمنات فی الحیوۃ وفی القبور بعد الممات بنوع من الحیات والصلوت والتسلیمات علی رسوله النبی الامی سیدالکائنات وعلی آله و اصحابه وازواجه المطهرات

امابعدفقد قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم "عذاب القبر حق"(وصدق)

یہ بندہ پر آثام بعد السلام عارض بخدمت مسلمانان ذی احتشام خاص وعام ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ اس دور فتن وآلام میں جبکہ جملہ اصناف واعیان کفر وظلام اھد ام اسلام اعدام اھل اسلام کیلئے باہم متحد ومتفق اقدام ہو چکے ہیں۔ اہل نفاق وشقاق بھی انکے ہمرنگ دام کانٹے بو چکے ہیں اور ادھر اندرونی اعداء، دین اسلام نظام نظریات اسلام پر شبخون کیلئے تیز گام ہو چکے ہیں اگر ایک طرف کفر وشرک کی باد سموم چل رہی ہے تو جانب دیگر ملحد لاابالی اہل توحید وایمان کے خلاف فتاوائے کفر وشرک کی سم اگل رہی ہے ایک طرف جہال کی تقلید میں رسومات قبیحہ کی ترویج اور اس پر تصحیح ہو رہی ہے تو دوسری جانب تقلید آباء کا طعنہ دیکر راہ ہدایت واسلاف سے تعویج اور اہل حق واجماع امت کی اتباع سے تخریج اور الحاد واظلالت کی تہییج ہو رہی ہے جبکہ بفرمان ربانی راہ اسلاف اہل انعام صراط مستقیم ہے اور ترک سبیل مومنین باعث ضلالت ودخول جحیم ہے اور فرمان نبی اخر الزمان کے مطابق التزام جماعت وسواد اعظم علماء امت محمود ومطلوب ہے اور ترک جماعت واجماع اور شذوذ مردود ومغضوب ہے اور اکثریت وسواد امت متفق

بتقلید ائمہ اربعہ موجود ہے اور حق اسی میں محدود اور شر زمرہ قلیل ہے۔ جس کے ہاں اس سے انکار مقصود ہے اور یہ حقیقت بے شبہت ہے کہ صراط قرآن وسنت ہی راہ اسلاف امت ہے اور وہ جملہ صدیوں پر ہمارے اس دور سے خیر القرون تک محیط و مشتمل ہے (یعنی ہم سے صحابہ وسید مرسلین تک متسلسل اور جہاں قرآن وحدیث بطریق نقل متواتر غیر مشکوک اور محفوظ ومصون وہاں انکے صحیح مفاہیم تعامل امت سے مدون ومقرون ہیں اور جس فرد یا گروہ کو اعتماد واتباع اسلاف امت سے انکار ہے تو اس کا دعوائے ایمان بالکتاب والسنۃ بھی فضول و بیکار ہے۔

قرآن کریم کی من مانی تفسیر بالرائے انتہائی مذموم ہے اور تفسیر القرآن بالرائے کرنے والا جنت سے محروم ہے، اور قرآن کی تفسیر صرف وہی معتبر ہے جو نقل اسلاف ہے اور اس کے خلاف جو ہے وہ سب لاف وگزاف ہے، اور یہ لوگ اسلاف کی راہ سے ہٹ کر نہ صرف تفسیر کرتے ہیں بلکہ اسلاف امت کی تحقیر وتنکیر کرتے ہیں۔

ان فرق ناشیہ ناجیہ اور شاذہ وضالہ میں سے ایک گروہ نانہجار ہے جسے کتاب وسنت سے ثابت شدہ عقیدہ حقہ راحت وعذاب قبر وحیات اموات سے انکار ہے، اور نہ صرف انکار ہے بلکہ اس کے برعکس اپنے عقیدۂ باطلہ کے قرآن حکیم سے بدلالات قطعیہ ثابت ہونے پر غلط اصرار ہے، اور پھر ظلم پر ظلم یہ کہ جو اس قبر میں راحت وعذاب اور حیات اموات کا قائل ہے وہ شرک وکفر کے فتووں سے گھائل، اور یہ ظالم یہ نہیں سوچتے کہ اس ظالمانہ فتوی کی کس کس پر یلغار ہے اور کہاں کہاں اسکا وار، جبکہ تصریح عذاب وراحت اور حیات اموات بفرمان قرآن وزبان سید الابرو الاخیار ہے، یہ بے خرد اپنی عقل ضعیف ونارسا سے تفسیر بالرائے کر کے تکفیر اہل توحید وایمان خالص کرتے ہیں اور الزام کتاب ربانی پر دھرتے ہیں، اور باور کراتے ہیں کہ قبر کے بارہ فرمان خدا اور رسول آخر زمان ایک پہیلی ہے اور چیستان نہ یہ زمینی قبر وہ قبر ہے اور نہ یہ مقبرہ وہ قبرستان، جس میں اہل ایمان کی راحت وغفران اور اہل کفر وعصیاں کے لئے زیان ونقصان ہے، اور خیابت وخسران ہے، وہ قبر بھی اور ہے اور اسکا علیحدہ جہان،

جس کی زمین بھی اور ہے اور دوسرا آسمان، وہ یہ قبر نہیں جس میں مدفون جسد انسان ہے۔ جسے کسیوں سے کھودا جاتا ہے بلکہ وہ وہ مقام ہے جہاں معذب فقط روح انسان ہے نہ کہ جسد بجان۔ جبکہ یہ تصورت ناشی بہوائے نفس وفریب شیطانی ہے نہ کہ بیان حدیث وقرآن۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہ جسم تو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گل سڑ جاتا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ اسے عذاب ہو؟ حالانکہ یہ کام نہ تیرا ہے نہ میرا یہ کام وانتظام رب انام کا ہے اس کیلئے نہ کچھ محال ہے نہ خارج از امکان مگر پھر بھی کہتے ہیں کہ اس روح کو کسی برزخی یا (مثالی) جسم میں ڈال کر سزا دی جاتی ہے اور عذاب اور اس دفن شدہ جسم کو کوئی عذاب نہیں ہوتا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر اس عقیدہ باطلہ کو صحیح تسلیم کرلیا جائے اس کا اثر اور نتیجہ کیا ہوگا؟ ذرا غور کریں پہلے تو یہ عقیدہ نہ قرآن وسنت سے ثابت ہے نہ اسلاف امت سے بلکہ قرآن وحدیث میں اسکے خلاف ہے دوسرے یہ کہ اس عقیدہ سے ذات ربانی کی طرف دوھرے ظلم کی نسبت ہوتی ہے تیسرے یہ کہ اس سے تکذیب رسالت لازم آتی ہے یا اتہام کذب ذات نبوی پر آتا ہے اور پھر یہ کہ یہ لوگ راحت وعذاب اور حیات اموات کے قائل کو کافر مشرک کہتے ہیں نہ جانے مردے کی حیات قبر سے اللہ تعالیٰ کی کونسی صفت میں شرک لازم آجاتا ہے کیا مرنے کے بعد زندہ ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاص تھی (العیاذ باللہ) جس میں مردہ شریک ہوگیا؟ اور لفظ حی شرک ہے تو ہمارا حی ہونا کیوں شرک نہیں یا پھر دوسرے لفظوں میں زندہ بحیات دنیوی کو خدا کا شریک فی الحیات کہنا جائز ہے؟

توضیح حیات قبر اور نتائج انکار

جبکہ اشارات قرآنیہ اور تصریحات نبویہ سے ثابت ہے کہ اسی زمینی قبر میں (جسے کسیوں سے کھودا گیا ہے اور اس میں مردے کو دفن کیا گیا ہے) مردہ کے جسم میں روح کے اعادہ وتعلق کیساتھ ایک قسم کی زندگی پیدا کرکے راحت یا عذاب دیا جاتا ہے

اور یہی تقاضہ عدالت ربانی ہے اس لئے کہ جرم وگناہ کا ارتکاب روح وجسم نے مل کر کیا ہے نہ روح جسم کے بغیر کوئی جرم کر سکتی ہے اور نہ جسم بغیر روح کے جب مجرم دونوں ہیں اور برابر کے ذمہ دار تو ایک کو دھر لینا اور دوسرے کو کچھ نہ کہنا ظلم ہے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ ظلم ہے کہ جسم برزخی (یا مثالی) جس نے نہ جرم کیا ہے اور نہ برائی ایسے بغیر غلطی کے سزا دینا کتنا بڑا ظلم ہے اسلئے اس عقیدہ کی خرابی یہ ہے کہ ذات ربانی کی طرف دوہرے ظلم کی نسبت ہوگئی ایک تو حقیقی مجرم کا چھوڑ دینا اور دوسرا غیر مجرم کو سزا دینا جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ بلاشبہ اللہ ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتے نیز وماانا بظلام للعبید میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں البتہ یہ بات علیحدہ ہے کہ قبر کی زندگی ایک قسم کی کمزور زندگی ہے جو مکمل طور پر دنیوی حسی زندگی جیسی نہیں ہے ہمیں مردہ مردہ ہی نظر آتا ہے مگر وہ خود کو زندہ پاتا ہے اور پھر اس حیات اور واردات کا علم کسی دوسرے انسان کو نہیں ہوتا (مگر نبی کو بطور معجزہ اور ولی کو بصورت کشف وکرامت بطور خرق عادت نہ کہ عادت کے طور پر) رہی تیسری بات کہ اس سے پیغمبر کریم کی تکذیب یا آپکی طرف کذب کا منسوب کرنا آتا ہے تو سنیئے۔

نسبت عذاب قبر بزبان پیغمبر

عذاب بعد الموت قبل بعث جسے عذاب برزخ کہنا بھی صحیح تھا مگر زبان نبوی نے اسے صرف اور محض عذاب قبر سے خاص کر کے یاد فرمایا ہے پورے ذخیرہ احادیث میں اس عذاب کو نہ عذاب بعد الموت فرمایا نہ عذاب برزخ سے تعبیر کیا جب بھی فرمایا بنام عذاب قبر ہی فرمایا قابل غور بات یہ ہے کہ کیا آپ نے اس عذاب کی نسبت قبر کی جانب صحیح فرمائی یا نہ؟ کوئی مسلمان یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ آپ نے اس کی غلط نسبت فرمائی ظاہر ہے کہ زبان نبوت نے سچ فرمایا اور پھر صرف عذاب قبر نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے اس لئے جو شخص کہے کہ اس قبر میں نہیں بلکہ کسی اور میں ہوتا ہے تو اس نے دبی زبان میں یہ کہا کہ (العیاذ باللہ) پیغمبر نے صحیح

اور سچ نہیں فرمایا گویا اس نے پیغمبر کی تکذیب کی ۔ اور اگر کہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سچ ہے مگر آپ نے قبر کی طرف نسبت صحیح نہیں فرمائی تب بھی اس نے تکذیب کی اور اگر یہ کہے کہ قبر سے مراد اور قبر ہے یہ نہیں تو اب اس کا دعوائے تکذیب اور بڑھ گیا اس پیغمبر کے ساتھ قرآن کی بھی تکذیب کی ہے اس لئے کہ قرآن و حدیث میں اسی قبر کا ذکر ہی آیا ہے کسی اور قبر کا نہیں اور نہ علماء امت نے اس قبر کے علاوہ کسی اور قبر کا تصور قرآن و حدیث سے سمجھا ہے (اس لئے حقیقی اور مجازی کی بحث بھی ختم ہوگئی) اب اگر کوئی شخص کہے کہ آپ نے واقعی عذاب قبر حق ہونا فرمایا ہے لیکن قبر سے مراد یہ قبر نہیں ، جو کسیوں سے کھودی گئی ہے وہ اور قبر ہے (جبکہ کسی اور قبر کا ثبوت سرے سے نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں) تو اس کی مثال ایسی ہوگی کہ ایک شخص کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک مانتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی و رسول ، لیکن اس سے وہ ذات مراد نہیں جسے دنیا اللہ اللہ کے نام سے یاد کرتی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جو مکہ میں عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر پیدا ہوئے اور جن کا روضہ مدینہ میں ہے وہ تو اور محمد ہیں کیا خیال ہے ایسے شخص کو مسلمان مان لوگے؟ (جیسا کہ قادیانی محمد اور احمد سے مرزا غلام قادیانی مراد لیتے ہیں اور کوہ مرادی محمد جونی کو) یا اسے اپنے دعویٰ میں کاذب مانو گے ظاہر ہے کہ وہ جھوٹا ہے اسی طرح جو قبر کا عذاب تو مانے لیکن قرآن وسنت کی بتائی قبر کا انکار کرے تو اس نے فرمان خدا اور رسول کا ہی انکار کیا۔

اور ہمارا **چیلنج** ہے کہ قرآن کی کسی ایک آیت اور فرامین نبوی میں کسی ایک فرمان سے ثابت نہیں کہ اس زمینی قبر کے بغیر بھی کوئی قبر ہوتی ہے اور اگر ہے تو لاؤ (ھاتوا برھانکم إن كنتم صادقين) اور انعام پاؤ پھر تبھر اظلم یہ کہ نہ صرف یہ کیا کہ خدا اور رسول کی بتائی بات عذاب قبر پر یقین نہ کیا اور نہ وہ قبر مانی جسے خدا اور رسول نے قبر قرار دیا بلکہ الٹا ان لوگوں کو کافر و مشرک کہنا شروع کر دیا جن لوگوں نے ایمان بالغیب کے طور پر فرامین خداوندی اور تصریحات نبوی پر یقین کر کے عذاب و راحت قبر اور حیات اموات کو مان لیا۔

قریب ہے یار و روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

ایک گزارش

ان لوگوں کے بارہ میں تو امید ہدایت رہی ہی نہیں جو ضد پر جان بوجھ کر اڑ رہے ہیں الا ماشاء اللہ البتہ جو لوگ ان کے دام فریب میں پھنس چکے ہیں اور وہ مخلص ہیں تو ان سے گزارش ہے کہ یہ عقیدہ محض باطل اور خودساختہ ہے اس لئے توبہ کر کے واپس جمہور امت کے زمرہ میں شامل ہو جائیں اور ان کیلئے جو باطل پر ڈٹ کر تکفیر امت پر کمربستہ ہیں کہا جاتا ہے۔

امت کو مار ڈالا مشرک بنا بنا کر
ہے قوم پر شریفو! احسان بہت تمھارا

ہم ذیل میں ان مکفرین امت کے چند ایک فتوائے کفر و شرک پر مشتمل عبارت پیش کرتے ہیں اور پھر چند فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترجمے تاکہ آپ فیصلہ کر سکیں کہ ان ظالمانہ فتووں نے کہاں کہاں جا کر وار کیا۔

جو جو الفاظ زبان نبوی سے وارد ہوئے ان ظالموں نے بعینہ انہیں الفاظ پر کفر و شرک کے فتوے لگائے۔

مکفرین کے فتوے

فتویٰ نمبر ۱:۔ محمد زمان میانوالوی تبیین الحق کے ص ۶ پر راقم ہے عنصری و دنیوی حیات کے قائلین محکمات میں تاویلیں کرتے اور ہیرا پھیریاں کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ان کی یہ حیات ناسوتی اس مٹی والی قبر میں ہے جسے کسیوں سے کھود کر بنایا جاتا ہے اور اس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے .... حقیقت یہ ہے کہ اس عقیدہ سے ان مدفونہ اجساد کو خطاب یا ندا کرنا ظلم عظیم ہے اور کفر صریح ہے جس پر

قرآنی آیات محکمات کی نصوص قطعی الدلالت ناطق ہیں اور ناسوتی اور عنصری حیات بعد الممات کا نظریہ ناشی عن الاھواء اور وحی الٰہی کے معارض ہے اور وحی الٰہی کے لحاظ سے مردود ہے۔

فتویٰ نمبر۲:۔ اور اہل ہویٰ کا قول ضلالت وظلمت سے پر ہے اور بدیہی البطلان جو کہتے ہیں کہ دفن کے بعد میت میں پھر سے روح پڑ جاتی ہے اور قبر میں دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔ (تبیین الحق ص ۷)

فتویٰ نمبر۳:۔ اگر اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ انبیاء واولیاء کرام فوت ہو جانیکے بعد دور یا نزدیک سے ان کی بات کو سنتے ہیں...... ایسا شخص کافر ومشرک ہے۔

(دستور انجمن سپاہ توحید ص ۱۴ کبیر والا احمد سعید چتروڑی)

فتویٰ نمبر۴:۔ ہم ایسے شخص کو قطعاً کافر سمجھتے ہیں اور مشرک بھی جو یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں قبر والے صاحب جب بھی ان کو قبر میں آواز دی جائے وہ سن کر جواب بھی دیتے ہیں اور زندہ زیر زمین قبر میں موجود ہیں...... تو ایسا شخص قطعاً نص قرآن مجید کا منکر بھی ہے اور کافر ومشرک بھی ہے خواہ کوئی بھی ہو (الجیحہ نمبر ۵ ص ۲۱ جناب سعید احمد چتروڑی)

فتویٰ نمبر۵:۔ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی (آنجہانی) عذاب برزخ ص ۲۵و ۲۶ میں راقم ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ اس دنیوی قبر کے مردہ میں روح واپس آجاتی ہے اسکو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اس سے سوال وجواب ہوتا ہے اور اب اس پر قیامت تک دنیاوی قبر کے اندر عذاب یا راحت کا دور گزرتا ہے وہ بھی ایمان سے خالی ہے یہ دونوں عقیدے جو قرآن وحدیث کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں ایک نہیں ان دونوں میں زمین وآسمان کی دوری اور ایمان وکفر کا فاصلہ ہے ایک کا ماننے والا بہر حال دوسرے کا کافر ہے۔

فتویٰ نمبر۶:۔ عقیدہ حیات النبی شرک کی جڑ ہے (رسالہ یہ مزار یہ میلے ص ۳۲ ڈاکٹر عثمانی)

فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اقتباسات:

غور فرمائیں: ۔ آپ نے یہ فتوے پڑھ لئے اب غور فرمائیں کہ ان کا پہلا نشانہ کہاں پڑا کہ جن جن جملوں کو زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے بصراحت بیان فرمایا ان لوگوں نے انہیں جملوں کی تکفیر کی۔

(۱) دو یہودی بوڑھیوں نے کہا اہل قبور کو ان کی قبروں کے اندر عذاب کیا جاتا ہے.. آپ نے فرمایا ان دونوں نے سچ کہا کہ انہیں ایسا عذاب ہوتا ہے جسے جانور سنتے ہیں۔ (بخاری شریف ۹۴۲)

(۲) فرمایا عذاب قبر حق ہے (بخاری ص ۱۸۴ مسلم ص ۲۰۷ مشکوۃ ص ۲۵)

(۳) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے جن کو عذاب ہو رہا تھا پس فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے پھر آپ نے دونوں قبروں پر ایک سبز ٹہنی کے دو حصے کر کے گاڑ دیئے۔ (بخاری ص ۱۸۴)

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کو ان کی قبروں میں آزمایا جاتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم مردوں کو دفن نہ کرو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کرتا کہ تمھیں وہ عذاب قبر سنا دیتے جو میں سن رہا ہوں۔

(۵) مشکوۃ ص ۵ پر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعدِ غروب آواز سنی تو فرمایا کہ یہودیوں کو انکی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے (بخاری ص ۱۸۴)

(۶) فرمایا اسکی روح کو اسکے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔

(مسند احمد ص ۷ ۲۸ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۸۱ مشکوۃ ص ۱۴۲)

فیصلہ کریں: اب ان چھ فتووں کو پڑھیں اور ان چھ نبوی فرامین کو پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا ان زہر آلود تیروں نے فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست نشانہ نہیں بنایا؟ اور کیا ان کا فتوی ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے صاف ظاہر ہوا کہ اسی زمینی قبر میں عذاب ہوتا ہے مگر۔

منکرین نے اس عقیدہ کو کفر وشرک قرار دیا

قبر صرف ایک ہے:۔ اب ہم ذیل میں یہ ثابت کریں گے کہ قرآن کے نزدیک قبر سے مراد صرف ایک ہی قبر ہے جسے زمین میں کسیوں سے کھود کر بنایا جاتا ہے اور کوئی قبر نہیں پھر قرآن وحدیث سے عذاب قبر کو ثابت کیا جائے گا اس کے بعد منکرین عذاب قبر کے استدلالات کا جائزہ لیکر وہ آیات قرآنیہ جن سے مخالفین استدلال کرتے ہیں ان کا اصل مفہوم (جو اسلاف امت نے مانا اور جانا ہے) بیان کیا جائیگا۔

قبر کا لغوی معنی:۔ کتاب ربانی قرآن حکیم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی ہے اس لئے پہلے اہل لغت سے قبر کا ترجمہ اور مفہوم نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) امام لغت امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں القبر مقر المیت قبر میت کے ٹھکانے کو کہتے ہیں۔

(۲) مصباح اللغات میں ہے القبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ۔

(۳) جامع اللغات میں ہے وہ گڑھا جس میں مردے کو دفن کرتے ہیں۔

(۴) فیروز اللغات میں ہے دفن کرنے کی جگہ۔

قبر قرآن کے نزدیک:۔ ثم اماتہ فاقبرہ پھر اسکو موت دی پھر قبر میں رکھوا دیا۔

تفاسیر (۱):۔ یعنی مرنے کے بعد اسکی لاش کو قبر میں رکھنے کی ہدایت کر دی تا کہ زندوں کے سامنے یونہی بے حرمتی نہ ہو (تفسیر عثمانیؒ ص ۱۰۰۷)

نمبر (۲):۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں فاقبرہ اقبرت الرجل اقبرہ اذا جعلت له قبراً فقبرته دفنته (بخاری ص ۱۸۶ باب قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی تفسیر کیلئے ایک مقولہ عربی نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اقبرت الرجل اس وقت کہیں گے جب آپ اس کیلئے قبر بنائیں گے اور قبرته کا مطلب ہے میں نے اس کو دفن کیا گویا امام بخاری

نے اقبرہ کا مطلب بتایا کہ اللہ نے انسان کو قبر دلائی۔

نمبر(۳):۔ فاقبرہ فامر به فقبر ثم اذا شاء انشره بعثه من القبر (تفسیر ابن عباس ص ۳۸۱) پس اسے قبر دی یعنی اس کے بارہ میں حکم دیا تو وہ دفن کیا گیا پھر جب چاہیں گے اسے قبر سے اٹھائیں گے۔

نمبر(۴):۔ اماته فاقبره جعله فی قبر ه یستره (جلالین ص ۴۸۸) پھر اسے موت دی پس قبر دلائی یعنی ایسی قبر میں بھیجا جو اسے چھپالے۔

نمبر(۵):۔ امره بالقبر او صیر له قبراً یدفن فیه ولم یجعله ممن یلقی للسباع تکرمة له (جامع البیان) اس کے لئے قبر کا حکم دیا یا اس کیلئے قبر تیار کرائی جس میں وہ دفن کیا جاتا ہے اور اسے ان چیزوں میں نہ بنایا جنہیں درندوں کیلئے ڈال دیا جاتا ہے یہ اس کی عزت کیلئے کیا گیا ہے۔

(۶) قال الفراء جعله الله مقبورا ولم یجعله ممن یلقی للطیر والسباع لان القبر مما اکرم به المسلم فراء نحوی کہتے ہیں کہ اللہ نے اس کو مقبور و مدفون کیا اور اسے ان چیزوں سے نہیں بنایا جن کو پرندوں اور درندوں کیلئے ڈال دیا جاتا ہے اس لئے کہ قبر ان چیزوں سے ہے جن کے ذریعے مسلمان کو عزت دی گئی ہے۔

چنانچہ ان تفاسیر اور دیگر جملہ تفسیروں امام بخاری اور دیگر ائمہ کے نزدیک قبر سے مراد یہی قبر ہے جسے آیت قرآنیہ نے بیان کیا ہے اور کوئی نہیں اور وہ وہی قبر ہے جو زمین میں کسیوں کے ساتھ کھودی جاتی ہے۔

آیت نمبر(۲):۔ لا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره (توبہ پارہ ۱۰ آیت ۸۴) آپ ان کے مرنے پہ انکی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اس منافق کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہوں اس سے واضح ہوا کہ زمینی قبر مراد ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ موت اور دفن ابن ابی کا واقعہ اس آیت کا شان نزول بتایا گیا ہے جس میں آپ اسکی قبر پر تشریف لے گئے اور اسے اپنا کرتا پہنایا اس کے منہ میں لعاب ڈالی جس پر اللہ تعالیٰ نے منافق کی قبر پر جانے سے روک دیا۔ ظاہر ہے کہ اس سے زمینی قبر

ہی مراد ہے جس پر آپ گئے مگر اللہ تعالیٰ نے بعد میں جانے سے منع فرمادیا۔
قرآن کریم میں آٹھ مقامات پر قبر کا ذکر آیا ہے جن میں اورسب مقامات پر قبر سے یہی زمینی قبر مراد ہے ہم نے صرف ان دو آیات پر اکتفاء کیا ہے۔
قبر زمین میں ہے:۔ نمبر (۱):۔ فرمان باری تعالیٰ ہے منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ (طٰہٰ پ ۱۶ آیت ۵۵) ہم نے تمہیں اسی مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔
اس آیت نے واضح کر دیا کہ قبر یہی مٹی والی ہی ہے اور کسی جگہ نہیں ہے۔
آیت نمبر (۲):۔ الم نجعل الارض كفاتا احياء وامواتا (مرسلات پ ۲۹ آیت ۲۵،۲۶) کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والا نہیں بنایا امام بخاریؒ فرماتے ہیں كفاتا تكونون فيها احياء وتدفنون امواتا (بخاری ص ۱۸۶ اباب قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمرؓ) سمیٹنے والی یعنی تم اس میں زندگی گزارتے ہو اور مرنے کے بعد دفن کیے جاتے ہو لہٰذا قرآن حکیم نے واضح کر دیا کہ انسان کی قبر صرف وہی ہے جسے کسیوں سے زمین میں کھودا جاتا ہے اس میں مردہ دفن کیا جاتا ہے اور مجموعہ احادیث سے آگے چل کر واضح ہو جائیگا کہ قبر صرف وہی ہے جو زمین میں بنائی جاتی ہے۔

مخالفین کا زمینی قبر کا اقرار

ہم ذیل میں چند ایک ان روایات کا حوالہ دیتے ہیں جن میں مخالفین نے زمینی قبر کو تسلیم کیا ہے۔
(۱) فرمان نبوی: الاوان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيائهم وصالحيهم مساجد.
کان کھول کر سن لو کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے اپنے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو عبادت گاہ اور سجدہ گاہ بنالیا تھا۔
اس سے پہلے لکھتا ہے دوسری طرف قبروں اور آستانوں پر عقیدتمندوں کے

ہجوم کا مشاہدہ کرلو (یہ مزار یہ میلے ص ۲)

(۲) کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میں تمہیں قبروں پر جانے سے منع کرتا تھا لیکن اب اجازت دیتا ہوں کیونکہ قبروں کو دیکھ کر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔ (یہ مزار یہ میلے ص ۴، ۵)

(۳): نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے سے منع کیا (یہ مزار یہ میلے ص ۵)

(۴): روایت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قبر اونچی ہو اس کو برابر کردو۔

(یہ مزار یہ میلے ص ۵)

ان روایات کو نقل کرتے ہوئے موصوف نے تسلیم کیا ہے کہ فرمان نبویؐ میں قبر کا لفظ اس زمینی قبر پر لیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ قبر سے یہی زمینی قبر مراد ہے اور کوئی قبر نہیں اور اگر کسی دوسری قبر کا ذکر ہے تو وہ آیات یا احادیث پیش کریں جس میں اور قبر کا ذکر ہو۔ واضح ہوا کہ دشمن بھی اس قبر سے یہی قبر مانتا ہے پھر چکر دے کر اس قبر کا انکار اور ایک فرضی قبر کا تصور پیش کرتا ہے جس کا قرآن وسنت میں کوئی ثبوت نہیں۔

عالم برزخ: ۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ عذاب قبر عذاب برزخ کا نام ہی ہے اور عذاب برزخ عذاب قبر ہی کا اور یہ وہی عذاب ہے جو موت کے بعد اور بعث سے پہلے دیا جاتا ہے اسے عذاب قبر اس لئے کہتے ہیں کہ قبر میں دیا جاتا ہے اور عذاب برزخ اس لئے کہتے ہیں کہ انسانی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔

تشریح برزخ قرآن کریم سے

قرآن حکیم نے برزخ کسی دور دراز کی مسافت یا کسی محسوس دبیز پردے کو نہیں کہا بلکہ ایسی قدرتی آڑ کو فرمایا ہے جس کا ظاہر میں کوئی وجود ہی نظر نہیں آتا چنانچہ فرمایا مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان (رحمٰن) اس نے دو دریا چلائے

جو باہم ملتے ہیں ان کے درمیان پردہ ہے کہ تجاوز نہیں کرتے ۔ گویا قرآن نے واضح کر دیا کہ میٹھے اور کڑوے پانی کا باہم ملاپ بھی ہے اور پھر پردہ بھی جو نظر نہیں آتا مگر دونوں پانیوں کو ملنے بھی نہیں دیتا اور یہی مضمون سورۃ فرقان (پ ۱۹) میں بھی ہے۔

﴿وهو الذی مرج البحرين هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج وجعل بينهما برزخا وحجرا محجورا﴾

''اور وہ وہ ہے جس نے دو دریا چلائے یہ میٹھا پیاس بجھانے والا ہے اور یہ کھاری کڑوا اور ان دونوں کے درمیان پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنائی''۔

اس سے واضح ہوا کہ دو دریا جن کا پانی باہم ٹکراتا ہے اور درمیان میں کوئی ظاہری دیوار نہیں مگر ان دونوں دریاؤں کے پانی میں ایک نہ نظر آنے والا پردہ اور آڑ ایسی قائم ہے جو ان کا پانی آپس میں ملنے نہیں دیتی ۔ اور آج تو تیل، پٹرول کے کنوؤں کی دریافت نے مسئلہ اور واضح فرما دیا اور اس کے علاوہ انسانی جسم میں خون ،اور پانی باہم چلتا ہے اور آپس میں نہیں ملتا ظاہر ہے کہ اسی انسانی کھال سے گرمی کے وقت پسینہ نکلتا ہے اور اسی جگہ سے زخم کی وجہ سے خون ۔ مگر خون پسینہ سے اور پسینہ خون سے نہیں ملتا ۔ ایسے ہی انسان کے سر کا نظام ہے کہ اس میں کان ، ناک اور منہ کے سوراخ ہیں اور سب کا مرکز ایک ہے مگر کان سنتا تو ہے سونگھتا اور چکھتا نہیں ۔ ناک سونگھتی تو ہے مگر چکھتی اور سنتی نہیں منہ چکھتا اور بولتا تو ہے مگر سنتا اور سونگھتا نہیں یہی ہیں وہ براز خ قدرت اور نہ نظر آنے والے پردے جو اپنا کام کر رہے ہیں ۔ ایسے ہی عالم برزخ کا معاملہ ہے کہ مرنے والا مومن ہو یا کافر اس کی موت کے وقت فرشتے آ کر اس کے ساتھ بولتے ہیں اور ایمان والے کو جنت کی بشارت دیتے ہیں اور ظالم کافر کو مار مار کر اس کی روح نکالتے ہیں ۔ چنانچہ فرمان ربانی (انفال پ ۱۰) میں آیا۔

﴿ولو ترى اذ يتوفى الذين كفروا الملائكة يضربون وجوههم وادبارهم﴾ ''اگر تو دیکھ سکے جب فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہیں تو ان کے

چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں"۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون ونحن اقرب الیه منکم ولکن لا تبصرون (سورۃ واقعہ پ ۲۷) "پس کیوں نہیں جب جان حلق کو پہنچتی ہے تو تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم تمہارے مقابلہ میں اس سے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم نہیں دیکھ سکتے"۔

یہ ہے نظام برزخ کہ سب کچھ دیکھتے بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ جبکہ درمیان میں کوئی ظاہری پردہ نہیں ہوتا اور یہ سارا معاملہ انسانی نظروں کے سامنے زمین سے دو فٹ اوپر ہو رہا ہوتا ہے مگر ایک قدرتی آڑ اور پردہ ہے جس کا ظاہر میں کوئی وجود نہیں اور نہ کوئی فاصلہ اور دوری ہے۔

اب اس آیت کا مفہوم سمجھیں جس میں موت کے بعد برزخ کا ذکر آیا چنانچہ ارشاد ہوا۔ ﴿حتی اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون ،لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انها کلمة هو قائلها ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون﴾ (مؤمنون ص ۱۰۰ پ ۱۸) یہاںتک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب آپ مجھے واپس لوٹا دیں تا کہ میں جو اس میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں کچھ نیک کام کرلوں ہرگز نہیں یہ تو ایک ایسی بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے اس دن تک پردہ ہے جس دن اٹھائے جائیں گے۔

تفسیر عثمانی ص ۶۰۰ حاشیہ (۱۰۱) میں حضرت علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں نزع کی حالت میں مبادی عذاب کا سامنا کر کے پچھتاوا شروع ہوا اس وقت تمنا کریں گے کہ پروردگار قبر کی طرف لے جانے کے بجائے ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس کردو۔ اور فائدہ (۱۰۲) میں رقم فرماتے ہیں کہ یعنی ابھی کیا دیکھا ہے موت سے ہی اس قدر گھبرا گیا ہے آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے۔ جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ برزخ کا معنی دنیا والوں سے پردہ ہے نہ کہ میت کے روح اور جسم

کے درمیان پردہ اور آڑ کا آجانا یعنی یہ روح مع الجسم واپس دنیا میں نہیں آسکتا یہ قبر کے عالم میں جو برزخ کا حصہ ہے اس میں رہتا ہے۔ اور دنیا والوں سے اوجھل ہوتا ہے۔ مگر اس کے روح وجسم کا باہم اتصال اور تعلق ہے جس کا دنیا والوں کو پتہ نہیں چلتا۔

برزخ کی اقسام اس لئے امام سیوطیؒ فرماتے ہیں۔ برزخ کے تین قسم ہیں (۱) مکانی (۲) زمانی (۳) اور حالی۔

فالمکان من القبر الی علیین ومن القبر الی سجین مکانی حصہ قبر سے علیین تک ہے اور قبر سے سجین تک ہے۔ اور زمانی حصہ موت سے بعثت تک ہے اور حالی حصہ عذاب یا راحت میں ہونا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ص ۳۲۸)

عذاب کی قبر کی طرف اضافت کی وجوہ

(۱) چنانچہ علامہ عبدالعزیزؒ پرہاروی کوٹ ادوی فرماتے ہیں انما اضیف العذاب الی القبر نظرا الی الغالب (نبراس شرح شرح عقائد ص ۲۰۵) عذاب کی نسبت قبر کی طرف اس لئے کی ہے کہ اکثر قبر میں ہوتا ہے۔

(۲) اور امام المحدثین والفقہاء علامہ انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں۔ فالحاصل ان شینا من العذاب یبدء من القبر (فیض الباری ج ۲ ص ۴۹۲) خلاصہ یہ ہے عذاب کا کچھ حصہ قبر سے شروع ہوتا ہے۔

ان آیات قرانیہ اور مفسرین ومحدثین کے اقوال سے واضح ہو گیا کہ عذاب برزخ عذاب قبر کا نام ہی ہے اور یہ وہ پردہ ہے جو موت کے وقت سے لے کر بعثت تک اہل دنیا اور اہل قبور کے درمیان ہے کہ دنیا والوں کو قبر والوں کے حالات کا پتہ نہیں چل سکتا کہ ان کی زندگی کیسی ہے اور انہیں کس طرح راحت یا عذاب ملتا ہے خواہ چارپائی پر آنکھوں کے سامنے ہوں یا قبر میں۔

خلاصہ یہ کہ پردہ دنیا والوں اور میت کے درمیان ہوتا ہے میت کے جسم اور روح کے

درمیان نہیں ہوتا جو لوگ برزخ کا معنی میت کی روح وجسم کے درمیان آڑ کو قرار دیتے ہیں ان کی بات غلط اور قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ نیز عالم برزخ کسی دور دراز علاقے کا نام نہیں ہے ہمارے ساتھ قائم ہے جیسا کہ دو دریاؤں کا پانی ٹکراتا بھی ہے مگر خاص برزخ و آڑ کی وجہ سے ملتا بھی نہیں اسی طرح قبر کا عذاب اسی زمینی قبر میں ہوتا ہے مگر بوجہ برزخ و آڑ نظر نہیں آتا۔

راحت وعذاب قبر اور حیات اموات کا ثبوت قران حکیم سے

پہلی آیت: ﴿ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء ﴾ (ابراہیم پ ۱۳ آیہ ۲۷)

ترجمہ: اللہ تعالی ایمان والوں کو مضبوط بات کے ساتھ دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تفسیر نبوی: بخاری شریف ص ۱۸۲ میں ی بروایت حضرت براء رضی اللہ عنہ یہ فرمان نبوی روایت کیا گیا ہے اذا سئل المؤمن فی قبرہ یشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فذالک قولہ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ (مشکوۃ ص ۲۴)

ترجمہ: جب مؤمن سے اس کی قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں پس یہی فرمان ربانی یثبت اللہ الخ میں آیا ہے۔

اور اسی مقام پر بخاری کی دوسری روایت میں فرمان نبوی آیا آیت یثبت اللہ الخ عذاب قبر کے بارہ میں نازل ہوئی چنانچہ حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ فرماتے ہیں۔

چالیس صحابہ کرامؓ سے معتبر اسانید کے ساتھ مروی ہے کہ یہ آیت عذاب قبر

سے متعلق ہے (ملخص معارف القرآن ص ۲۴۸)

چنانچہ سب مفسرین امت نے یہی تفسیر فرمائی ہے جس تفسیر کے بارے میں جی چاہے اس میں دیکھ لیں چنانچہ (۱) تفسیر ابن عباس ص ۱۶۲ (۲) جلالین ص ۲۰۶ (۳) اور جامع البیان میں ہے فی الاخرۃ ای فی القبر (آخرت میں یعنی قبر میں) (۴) علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ای بعد الموت فی القبر والی ذالک ذهب الجمهور (روح المعانی ص ۲۱۷ ج ۱۳)

یعنی موت کے بعد قبر میں (اللہ اسے ثابت قدم رکھتا ہے) اور جمہور مفسرین اسی طرف گئے ہیں۔

فائدہ:۔ اس سے واضح ہوا کہ اسی دنیوی زمینی قبر میں دفن ہوتے ہی ایمان والے کو روح و جسم کے تعلق کے ساتھ زندگی ملتی ہے اور یہ سوال کیا جاتا ہے اور کلمہ طیبہ کی برکت سے وہ اپنی قبر کے امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

دوسری آیت:۔ ﴿سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم﴾ (توبہ پ ۱۱ آیۃ ۱۰۰) عنقریب ہم ان (منافقوں) کو دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے۔

تفاسیر: (۱) علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔کم از کم دو بار ضرور عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔ایک عذاب قبر دوسرا جو اس دنیا میں پہنچ کر رہے گا۔

(تفسیر عثمانی ص ۳۵۰)

(۲) اور تفسیر ابن عباس (ص ۱۶۲) پر ہے مرة عند قبض الارواح ومرة فی القبور ثم يردون الى عذاب عظيم ای عذاب جهنم ایک بار قبض ارواح کے وقت اور ایک مرتبہ قبر میں (عذاب دیا جائے گا) پھر بڑے عذاب یعنی جہنم کے عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے۔

(۳) تفسیر جلالین میں ہے بالقتل او الفضيحة فی الدنيا وعذاب

القبر ۱ قتل کے ساتھ یا ذلت کے ساتھ دنیا میں اور ۲ عذاب قبر کے ساتھ۔

(۴) جامع البیان میں ہے۔ عند قبض ارواحھم ثم عذاب القبر ۱ ان کی روح کے قبض کے وقت ۲ پھر عذاب قبر کے ساتھ۔

فائدہ:۔ منافقین کو عذاب عظیم (جہنم) سے پہلے دو عذاب ملیں گے ان میں ایک عذاب بالاتفاق عذاب قبر ہے۔

تیسری آیت:۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون (حم سجدہ پ۲۴ آیۃ ۲۹) بلاشبہ جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ نہ تو ڈرو اور نہ پریشان ہو اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔

تفاسیر:۔ (۱) تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۷۰ میں امام رازی فرماتے ہیں۔ واعلم ان ھذا الکلام یدل علی ان المؤمن عند الموت وفی القبر وعند البعث لایکون فازعا جان لے کہ یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ مومن بوقت موت اور قبر میں اور قبر سے اٹھتے وقت نہ گھبرائے گا۔ تفسیر ابو السعود ص ۳۶۹، روح المعانی ص ۱۲۱ ج ۲۵ خازن ص ۳۰۵ ج ۵ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

چوتھی آیت:۔ الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر (التکاثر پ۳۰) تمہیں مال بڑھانے کی حرص نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبر جا دیکھیں۔

تفاسیر:۔ (۱) تفسیر سیدنا علیؓ تفسیر طبری ص ۱۸۴ ج ۱۲، تفسیر کبیر ص ۶۶۹ ج ۸، جامع البیان ص ۵۰۴ پر روایت ترمذی منقول ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا سمعت عن علی بن ابی طالب یقول ان ھذہ الایۃ تدل علی عذاب القبر میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ یہ آیت عذاب قبر کے ... پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر ص ۶۶۹ ج ۸ میں میں فرماتے

ہیں حتی زرتم المقابر ای حتی متم وزیارۃ القبور عبارۃ عن الموت یہانتک کہ تم قبریں دیکھو یعنی مر جاؤ اور زیارۃ القبور کا مطلب مرنا ہی ہے۔

(۲) حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نقل فرماتے ہیں۔ یہ غفلت کا پردہ نہیں اٹھتا یہاں تک کہ موت آ جاتی ہے تب قبر میں پہنچ کر پتا چلتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے۔ محض چندروز کی چہل پہل تھی موت کے بعد سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۰۳۲ ج ۱)

فائدہ:۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ انسان دنیوی زندگی میں غافل ہے اور جب قبر میں جا پہنچا تو اس کی ساری غفلت دور ہو جائے گی اور قبر میں خوب بیدار ہو جائے گا جس سے معلوم ہوا کہ قبر میں انسان کو حیات حاصل ہوتی ہے خواہ کافر ہو یا مسلمان۔

شیخ عطار فرماتے ہیں

بندگاں را سر بسر در خواب داں ☆ گشت بیدار آنکہ رفت از و جہاں

پانچویں آیت: ﴿کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون﴾ (تکاثر پ ۳۰) کوئی نہیں عنقریب جان لو گے پھر کوئی نہیں عنقریب جان لو گے۔

تفاسیر (۱) تفسیر ابن عباس ص ۳۸۵ میں ہے سوف تعلمون ماذا یفعل بکم فی القبور عنقریب جان لو گے کہ تمہارے ساتھ قبروں میں کیا کیا جائے گا۔

(۲) تفسیر جلالین میں ہے عند النزع ثم فی القبر مرتے دم پھر قبر میں عنقریب جان لو گے۔

(۳) تفسیر کبیر ص ۶۶۹ ج ۸ میں ہے ان الاول عند الموت ...... والثانی فی سوال القبر پہلا کلام موت کے وقت کے بارے میں ہے دوسرا قبر کے سوال کے متعلق ہے۔

(۴) علامہ عثمانی فرماتے ہیں۔ یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی

ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب پر پوری طرح کھل جائے گی۔

فائدہ:۔ اس آیت سے اور وضاحت ہوگئی کہ قبر کے اندر جب انسان پہنچے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ میں دنیا کے اندر غفلت میں اس قدر کیوں رہا اس آیت نے بتا دیا کہ قبر میں انسان کو روح و جسم والی حیات حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ علم و شعور بھی حاصل ہو جائے گا۔

آیت نمبر (۶):۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (سورة بقره پ۲ ص ۱۵۴) اور ان لوگوں کو مردہ نہ کہو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

آیت نمبر (۷):۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون اور ہرگز نہ گمان کرنا ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں ان کے رب کے پاس سے روزی دیجاتی ہے۔

ان آیات سے چند ایک باتیں واضح ہوئیں

پہلی آیت میں زبان پر اور دوسری میں سوچ پر پابندی لگائی گئی کہ شہید کو نہ تو مردہ کہیں اور نہ مردہ سمجھیں پھر فرمایا وہ تو زندہ ہیں۔ گویا قران پاک نے وضاحت سے بتا دیا جو ٹکڑے تمہیں مردہ نظر آ رہے ہیں یہ مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں نہ آنکھ کے دیکھنے سے دھوکہ کھاؤ اور نہ سوچ کے زاویہ پر مفتون ہو جاؤ بلکہ انہیں زندہ ہی جانو۔ واضح ہوا کہ انہیں ٹکڑوں میں واقعی اور حقیقی زندگی موجود ہے لیکن دیکھنے کے باوجود انسانی حس کے شعور سے بالا ہے اور یہ بات تو واضح اور ظاہر ہے کہ جسم ہی پر موت و حیات کی منازل آتی ہیں۔ روح تو مرتی ہی نہیں اور پھر روح بذات خود ایسی چیز ہے جو انسان کو نہ نظر آتی ہے اور نہ ہی اس کا معاملہ شعور و عدم شعور سے متعلق ہے۔

اس لئے کہ بذات خود جو چیز نظر میں نہ آئے وہ نظر کی حد سے باہر ہے شعور و عدم شعور کا لفظ اس وقت صادق آتا ہے کہ ایک چیز بظاہر تو نظر آئے مگر اس کی حقیقت کا پتہ نہ چلے۔ اور روح کی زندگی تو ختم ہوتی ہی نہیں۔ معلوم ہوا جس پر موت طاری ہوتی ہے وہ یہی جسمانی ڈھانچہ ہے اور اسی جسمانی ڈھانچہ کو مردہ کہنے سے روکا گیا اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے فرمان بلا تکلف اور حقائق پر مبنی ہوتے ہیں۔ گویا قرآن نے واضح کیا کہ شہید کے اعضاء مقطوعہ ہی زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی تمہارے شعور سے بالاتر ہے۔ اور ساتھ ہی فرمادیا ان کو روزی دی جاتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ روزی حاصل کرنا اور کھانا روح کی صفت نہیں بلکہ جسم کی ہے اور وہ بھی جب اس کو حیات اور زندگی حاصل ہو۔ لہذا واضح ہوا کہ شہید کا جسم بتعلق روح زندہ ہے مگر ہمارے شعور سے بالا ہے۔

تفاسیر (۱): ۔ بل احیاء دلیل علی حیاتھم وانھم یرزقون ولا یرزق الا حی (تفسیر قرطبی ص ۲۷ ج ۲) بلکہ وہ زندہ ہیں یہ ان کی زندگی کی دلیل ہے اور اسپر کہ انہیں روزی دی جاتی ہے اور رزق بغیر زندہ کے کسی کو نہیں دیا جاتا۔

(۲) فذھب کثیر من السلف الی انھا حقیقیة بالرُوح والجسد واستدلوا بسیاق قوله تعالی عند ربھم یرزقون بان الحیوة الروحانیة التی لیست بالجسد لا تصلح له (روح المعانی ص ۲۰ ج ۲) اسلاف میں سے زیادہ تر اسی جانب ہیں کہ یہ حقیقی روح وجسد کے ساتھ والی زندگی ہے اور انہوں نے آیت کے مضمون سے یہ بات سمجھی اس لئے کہ وہ حیات روحانی جس کا تعلق روح وجسد سے نہ ہو اس کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ روزی کھا سکیں۔

(۳) امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں وفی الآیة ثلاثة اقوال الاول انھم فی الوقت احیاء لایصال الثواب الیھم وھذا قول اکثر المفسرین وھذا دلیل علی ان المطیعین یصل ثوابھم وھم فی القبر (تفسیر کبیر

ص۵۲ج۲) آیت میں تین قول ہیں پہلا یہ ہے کہ وہ اس وقت زندہ ہیں تاکہ ان کو ثواب پہنچایا جائے اور یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ فرمانبردار وں کو ان کا ثواب قبروں میں ہی پہنچ جاتا ہے۔

(۴) امام قرطبی فرماتے ہیں واذا کان اللہ یحیھم بعدالموت فیجوز ان یحیی الکفار لیعذبھم ویکون دلیلاً علی عذاب القبر (تفسیر قرطبی ص۲۷۳ج۲) اور جب اللہ تعالیٰ انہیں موت کے بعد روزی دینے کے لئے زندہ فرماتے ہیں تو کفار کا عذاب کے لئے زندہ کرنا بھی جائز ہوا اور یہ عذاب قبر کے لئے دلیل ہوگی لہذا ثابت ہوا کہ شہداء کی زندگی جسمانی ہے جو عام مردوں کی زندگی سے بہتر ہے اور عام موتی کو بھی زندگی حاصل ہے مگر کمزور۔

اشکال:۔ اس پر منکرین حیات قبر اشکال پیش کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے بل احیاء عند ربھم جس کا مطلب ہے کہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں (یہاں زندہ نہیں) معلوم ہوا وہ کوئی اور مقام ہے جہاں وہ زندہ ہیں اور جسم تو اسی قبر میں مدفون ہے جس سے پتہ چلا کہ اس جسم میں جان نہیں ہے بلکہ دوسرے برزخی جسم میں ہے۔

پہلا جواب:۔ عند ربھم کا مطلب یہ نہیں کہ وہ یہاں زندہ نہیں ہیں کہیں اور ہیں ورنہ معنی یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ یہاں موجود نہیں اللہ بھی کسی اور جگہ پر موجود ہے اور مردہ کی زندگی بھی اسی مقام پر ہے جہاں اللہ ہے حالانکہ قرآن حکیم میں ہے وھو معکم اینما کنتم جہاں تم ہو وہیں اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) ہیں جب اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں جس جگہ میں میت کا جسم ہے وہاں بھی تو اللہ تعالیٰ موجود ہیں لہذا اب اشکال بے معنی اور فضول ہے۔

دوسرا جواب:۔ عند ربھم بل احیاء کا مفعول فیہ اور ظرف نہیں ہے بلکہ یرزقون کا ہے جس کا مطلب ہے کہ ان کو ان کے رب کی طرف سے روزی دی جاتی ہے۔ موصوفین نے اپنی عادت کے مطابق قرآن مجید کی معنوی تحریف کرتے ہوئے

عندربھم کو احیاء کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور یرزقون سے قطع کر دیا ہے (اگر چہ وہ بھی ہمارے عقیدے کے خلاف نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے)

قرآن حکیم میں حضرت مریم کے واقعہ میں آیا ہے کہ جب حضرت مریم کے پاس حضرت زکریا علیہ السلام نے بے موسم میوے پائے تو پوچھا انی لک ہذا یہ میوے آپ کے پاس کہاں سے آئے ہیں؟ قالت ہو من عند اللہ تو انہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں ظاہر ہے کہ وہ میوے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اللہ کی طرف سے اسی دنیا کے اس مقام پر آئے جہاں حضرت مریم علیہا السلام تھیں نہ کہ حضرت مریم علیہا السلام کسی اور مقام پر میوے لینے گئی تھیں یا کھانے اور پھر ظاہر ہے کہ کھانا پینا جسد عنصری کی صفت ہے نہ کہ روح کی ہے اور نہ کسی اور مفروضہ جعلی جسم برزخی کی جس کا شریعت میں کوئی تصور نہیں ہے حضرت شیخ الہندؒ اس طرح ترجمہ فرماتے ہیں تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے خوشی کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ عند کا تعلق یرزقون سے ہے نہ کہ احیاء سے۔ رہا برزخی جسم یہ ایک مفروضہ ہے جو اپنی طرف سے ایجاد کردہ ہے جس کا شریعت میں کوئی شائبہ تک نہیں ہے نہ جسم برزخی کا ذکر قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔

روایت طیور:۔ بعض حضرات فرماتے ہیں جب حدیث میں ارواح شہداء کا سبز پرندوں میں داخل ہو کر جنت کی سیر کے بارے میں آچکا ہے تو ان اجساد کی طرف اعادہ کی تو تردید ہو گئی۔ تو عرض خدمت یہ ہے کہ اس کا جواب بھی اسلاف کی طرف سے پہلے سے دیا جا چکا ہے۔

چنانچہ امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں **لا مانع من تعلقها ببدن** (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۱ ج ۲) اس سے ان کے بدن سے متعلق ہونے میں کوئی چیز مانع نہیں اور حاشیہ (۳) شرح عقائد مولانا محمد علی میں صفحہ (۹۰) پر ہے **شبهوا هذا التعلق**

بوقوع شعاع الشمس من السماء الرابعة علماء کرام نے اس تعلق کوسورج کی چوتھے آسمان سے شعاع کے واقع ہونے سے مشابہت دی ہے معلوم ہوا کہ ارواح اگر حواصل طیور میں بھی سیر کر رہی ہوں ان کا شعاعی تعلق جسم سے قائم رہتا ہے اور اسی بنا پر قبر میں جسم میں روح کے تعلق کے ساتھ اس قدر زندگی پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ متلذذ ہو سکے۔

خلاصہ:۔ ان آیات طیبہ وتفسیرات نبوی وصحابہ واسلاف امت سے ثابت ہوگیا کہ اسی زمینی قبر میں (جسے کسیوں کے ساتھ کھود کر مردے کو اس میں دفن کیا جاتا ہے) مردے کو ایک ایسی زندگی ملتی ہے جس سے وہ راحت یا عذاب پاتا ہے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات طیبہ ہیں جن سے علماء نے حیات قبر کا استدلال کیا ہے مگر اس مختصر رسالہ میں اس کی گنجائش نہیں ذیل میں تصریحات نبویہ سے حیات اموات بعد الممات اور راحت وعذاب قبر کا ثبوت پیش کر کے مسئلہ کی مزید وضاحت کی جاتی ہے۔

حیات اموات اور راحت وعذاب قبر کا ثبوت

احادیث نبویہ سے

حدیث (۱) (بخاری ص ۱۸۴ پر ہے) حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک یہودی عورت نے آپ سے عرض کیا اعاذک اللہ من عذاب القبر فسالت عائشة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق. اللہ آپ کو عذاب قبر سے نجات دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا عذاب قبر حق ہے (غالبا یہی نبوی جملہ ہے جس سے علماء امت نے عقائد کو لفظ حق سے تعبیر کیا ہے) آپ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے جب بھی آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ نے عذاب قبر سے پناہ مانگی (یہ روایت بخاری، مسلم، نسائی ص ۱۹۳) میں بھی

موجود ہے۔(متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۲۵)

حدیث (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپکی خدمت میں دو یہودی بوڑھیاں آئیں اور کہاان اهل القبور يعذبون في قبورهم قبروں والوں کوانکی قبروں میں عذاب ہوتا ہے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے انہیں جھٹلایااور انکی تصدیق کواچھانہ جاناجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ سے عرض کیاتو فقال صدقتا انهم يعذبون عذابا تسمعه البهائم كلها فمارأيت بعد صلى الا تعوذ بالله من عذاب القبر. (مسلم، بخاری، نسائی ص ۲۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاان عورتوں نے سچ کہا کہ ان (قبروں والوں) کو ایساعذاب دیا جاتا ہے جسے جانور سنتے ہیں (آپ فرماتی ہیں کہ) میں نے اس کے بعد آپکو جو بھی نماز پڑھتے دیکھا آپ نے عذاب قبر سے خداتعالی کی پناہ مانگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ (۱) ان دونوں حدیثوں میں آپ نے عذاب کی نسبت قبر کی طرف فرمائی ہے سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے یہ نسبت صحیح فرمائی یانہ؟ اگر صحیح فرمائی (اور واقعی صحیح فرمائی) تو جب اس زمینی قبر کے علاوہ کسی اور قبر کاذکر قران میں ہے نہ حدیث میں تو واضح ہوگیا یہ عذاب زمینی قبر میں ہے تبھی تو صدیقہ نے عجیب بات سمجھ کران کی تصدیق نہ کی اور رسول خدا سے پوچھا اور اس سے یہ دعوی کہ وہ حیات قبر کی انکار کرتی تھی (ایمان خالص ص ۳۱) جھوٹ اور غلط ثابت ہوا۔اور جو شخص تسلیم کرے کہ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمائے ہیں کہ قبر کا عذاب حق ہے اور پھر وہ اس کاانکار کرے یا کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کی نسبت قبر کی طرف کی ہے مگر یہ نسبت صحیح نہیں تو اس نے آپ کی تکذیب کی اور ایمان سلب کرالیا۔

(۲) ان دونوں حدیثوں سے اس بات کا بھی تعین ہوگیا کہ قبر سے مراد وہی قبر ہے جہاں جانور چرتے اور چلتے پھرتے ہیں ظاہر ہے وہ یہی زمینی قبر ہی ہے۔اور جو شخص اس پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ ہزاروں جانوران قبرستانوں میں چرتے پھرتے ہیں وہ کیوں نہیں بدکتے یہ بات فرمان نبوی پر اعتراض وارد کر کے اپنی عاقبت خراب کرنے

والی بات ہے اور اپنی نارسا اور ناقص عقل سے فرمان نبوی کا رد کرنا ایمان والے کی علامت نہیں ہو سکتی یہ بات تو وہی کر سکتا ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یقین نہ ہو ورنہ ظاہر ہے کہ جانور چونکہ سن سن کر اس آواز سے مانوس ہو چکے ہوتے ہیں اس لئے نہیں بدکتے جیسا کہ ریڑھی، تانگے والے جانور بسوں، ٹرکوں سے نہیں ڈرتے دیہات سے آنے والا ڈر کر بدکتا ہے۔ اس لئے وہ ان آوازوں سے مانوس ہو چکا ہوتا ہے اور دیہاتی جانور مانوس نہیں ہوتا جس کی وجہ سے بدکتا ہے۔

حدیث (۳):۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت مسلم (ص ۲۱۷) پر منقول ہے کہ آپ تشریف لائے تو میرے پاس ایک یہودیہ بیٹھی تھی اور کہتی تھی کہ آپ جانتی ہیں کہ تم لوگوں کو قبروں میں آزمایا جاتا ہے رسول خدا نے فرمایا یہودیوں کو آزمایا جاتا ہے سیدہؓ فرماتی ہیں پھر چند راتوں کے بعد آپ نے فرمایا۔

انہ اوحی الی انکم تفتنون فی القبور فقالت عائشة فسمعت بعد ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستعیذ من عذاب القبر میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہیں قبروں میں آزمایا جاتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ عذاب قبر سے پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

حدیث (۴):۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی نماز جنازہ میں دعا کے اندر فرمایا **فقہ من فتنة القبر** (ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ، ص ۱۴۶) (اے اللہ) اسے فتنۂ قبر سے بچا لینا اور واضح ہے کہ جنازہ جسم کا پڑھا جاتا ہے روح کا نہیں معلوم ہوا یہاں جسم کے لئے نجات قبر کی دعا فرمائی گئی ہے۔ اور جسم کا معذب ہونا روح کے تعلق کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔ اس سے واضح ثابت ہوا کہ قبر میں مدفونہ جسم کا روح سے تعلق قائم کر کے اسے عذاب دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں صاف آیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا **فتعاد روحہ فی جسدہ** اس کی روح تو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔

حدیث (۵):۔ بروایت حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی دعا میں فرمایا واعذہ من عذاب القبر (مسلم ص ۱۴۵، نسائی ص ۲۸۱، بخاری ص ۱۸۴) اور اسے عذاب قبر سے پناہ دے۔

حدیث (۶):۔ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ دعا فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر (بخاری ص ۱۸۴ باب التعوذ من عذاب القبر) اے اللہ میں عذاب قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

حدیث (۷):۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہمیں یہ دعا آیت قرآان کی طرح یاد کراتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من عذاب جھنم واعوذ بک من عذاب القبر (رواہ مسلم، مشکوۃ ص ۸۷)

حدیث (۸):۔ بروایت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ نے ابوسلمہ کے لئے دعا فرمائی وافسح لہ فی قبرہ ونور فیہ (رواہ مسلم ص ۱۴۱) (یا اللہ) اور اس کے لئے کی قبر میں فراخی فرما او اور روشنی۔

حدیث (۹):۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ نماز میں ہمیشہ دعا فرماتے اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر (رواہ مسلم، مشکوۃ ص ۸۷) یا اللہ میں عذاراب قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

حدیث (۱۰):۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اولاد کو بحوالہ دعا نبوی سکھاتے تھے اللھم اعوذ بک من عذاب القبر (بخاری، مشکوۃ ص ۸۸)

ان کے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں مذکور ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر سے نجات اور پناہ کی دعائیں فرمائیں اور سب دعاؤں میں عذاب کی نسبت قبر کی طرف فرمائی۔ کیا العیاذ باللہ آپ پوری عمر میں اپنی دعاؤں کے اندر عذاب کی نسبت قبر کی طرف بے محل اور غلط کرتے رہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس لئے کہ اسی قبر میں عذاب ہوتا ہے تب آپ نے قبر کا نام لے کر اس

کے عذاب سے نجات طلب فرمائی اور امت کو بھی تلقین فرماتے رہے۔

آپ نے کبھی ان الفاظ سے دعا نہیں فرمائی اللهم انی اعوذ بک من عذاب بعد الموت یااللهم انی اعوذبک من عذاب البرزخ۔ آخر کیا وجہ تھی کہ آپ نے نہ اسے عذاب بعد الموت کا نام دیا اور نہ عذاب برزخ کا اور صرف عذاب قبر نام رکھا ظاہر ہے کہ عذاب قبر ہی کے اندر تھا تب آپ نے اسے عذاب قبر سے تعبیر فرمایا۔ ہمارا چیلنج ہے کہ خدا کی زمین پر ایک کتاب حدیث نہیں جس میں کوئی ایک ضعیف حدیث بھی ہو جس میں عذاب کی نسبت برزخ کی طرف کی گئی ہو۔ (ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین فی دعواکم) ایک حدیث ثابت کرنے والے کو یکصد نقد انعام۔ معلوم ہوا کہ اصل مقام عذاب یہی زمینی قبر ہے اور عذاب قبر صرف اس کی تعبیر ہے محض اسلئے کہ پردہ میں ہے۔

واقعات عذاب قبر

واقعہ (۱):۔ بخاری باب الجرید علی القبر میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین یعذبان فقال انهما لیعذبان الخ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس گذرے جنہیں عذاب دیا جارہا تھا آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے کسی بڑے (گناہ) میں نہیں ان میں سے ایک پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی گیلی لکڑی لے کر اس کے دو حصے فرمائے ثم غرز فی کل قبر واحدۃ آپ نے ہر قبر میں ایک گاڑ دی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں کیا آپ نے فرمایا شاید کہ ان کے سوکھنے تک ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے اگر چہ یہ آپ کی خصوصیت تھی یا ان دو حضرات کی کہ آپ نے بعد میں یہ عمل نہیں فرمایا مگر اسے معجزہ کہہ کر عذاب قبر کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس لئے کہ عذاب قبر کا آپ کو معلوم ہو جانا آپ کا معجزہ تھا لیکن وقوع عذاب قدرت کا معمول اور قانون ربانی تھا جو سب قبروں میں ہوتا ہے خواہ عذاب کی صورت میں ہو یا راحت کی شکل میں۔ اس پر یہ کہنا کہ چونکہ اصلی قبر میں جانا ممکن نہ تھا اس لئے اس قبر پر ٹہنیاں گاڑیں کس قدر بودی اور بے دینی والی تاویل ہے اور حدیث نبوی پر استہزاء اور فرمان نبوی پر پھبتی کسنا مسلمان کا کام نہیں۔

واقعہ (۲):۔ مسلم میں حضرت زید ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار ہو کر بنی نجار کے باغ میں گئے تو آپ کی سواری ایسی بدکی کہ آپ گرنے کے قریب ہو گئے۔ **واذا اقبر ستة او خمسة فقال من يعرف اصحاب هذه الاقبر** وہاں چھ یا پانچ قبریں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟۔ ایک شخص نے عرض کیا میں جانتا ہوں یہ شرک کے زمانہ میں مرے تھے آپ نے فرمایا **ان هذه الامة تبتلى فى قبورها لولا الا تدافنوا لدعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر الذى اسمع منه** (مشکوٰۃ ص ۲۵) یقیناً یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن نہ کرو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تمہیں وہ عذاب قبر سنا دیں جو میں سن رہا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چند چیزوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیتے فرمایا **تعوذ وابالله من عذاب القبر قالوا نعوذ بالله من عذاب القبر** (مشکوٰۃ ص ۲۵) تم اللہ پناہ طلب کرو عذاب قبر سے سب حضرات نے کی ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

ضروری وضاحت:۔ اس مقام پر مسعود آنجہانی نے کہا یہ معجزہ تھا اس لئے اس سے استدلال صحیح نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ معلوم ہونا معجزہ ہے اور عذاب قبر حقیقت واقعی اور قانون ربانی ہے

واقعہ (۳):۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غروب کے بعد باہر تشریف لے گئے تو فسمع صوتا فقال یھود تعذب فی قبورھا (بخاری ج۱، باب تعوذ من عذاب القبر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سنی پس فرمایا یہودیوں کو انکی قبور میں عذاب ہو رہا ہے ۔ان تینوں روایات سے یہ واضح ہوا کہ اسی زمینی قبر میں عذاب ہو رہا تھا جس کی آواز خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی ۔اس لئے پہلی حدیث میں فرمایا گیا آپ دو قبروں کے نزدیک گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور آپ نے کھجور کی ٹہنی ان پر لگائی اور امید تخفیف ظاہر فرمائی ۔ (مگر ایک صاحب نے جوابا فرمان نبی پر پھبتی کستے ہوئے کہا کہ ان قبروں میں عذاب تو نہیں تھا چونکہ برزخ میں صحابہ کو لے جانا ممکن نہ تھا اس لئے یہاں لکڑی گاڑی)

دوسری روایت اور واقعہ میں بذات خود آپ کی سواری قبروں پر بدکی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن نہ کرو گے تو میں دعا مانگ کر وہ عذاب قبر تمہیں سنوا دیتا۔ جو میں سن رہا ہوں۔ پھر آپ نے عذاب قبر سے پناہ کی تعلیم دی۔

اور تیسرے واقعہ میں مدینہ کے یہودیوں پر عذاب ہوتا آپ نے سنا ان تینوں واقعات سے صراحت ہوگئی کہ انہیں زمینی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا (مگر جدید مذہب کے لوگوں نے سیدھا صاف کہہ دیا جو کہے اس قبر میں عذاب ہوتا ہے وہ کافر مشرک ہے العیاذ باللہ) لیکن ایک مخالف معاصر نے ''کمال دیانت وایمان'' سے کہہ دیا کہ آج کل ان قبرستانوں میں ہزاروں جانور کیوں نہیں بدکتے گویا نبی کے فرمان پر ان کو اعتراض ہے؟۔ اور یہ جملے وہی کہہ سکتا ہے جسے نبی پاک کے فرمان پر اعتماد نہ ہو ورنہ مسلمان تو نبی پاک کے فرمان پر ایمان کامل رکھتا ہے اس کی عقل تسلیم کرے یا نہ اور جو اپنے عقلی ڈھکوسلوں سے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر معترض ہو وہ کیسا مسلمان ہے؟ آج وہ دنیا چھوڑ کر قبر میں پہنچ کر مان چکا ہے اور اسے مکمل معلوم ہو چکا ہے کہ قبر

میں کیا ہوتا ہے۔ (مگر اب بے فائدہ ہے)

قبر کی تنگی اور فراخی :۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ میں گئے نماز جنازہ کے بعد جب انہیں قبر میں رکھا گیا (وضع فی قبرہ) اور اس پر مٹی برابر کردی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ ہم دیر تک سبحان اللہ کہتے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تو ہم نے تکبیر کہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد تضایق علی ھذا العبد الصالح قبرہ حتی فرجہ اللہ عنہ (رواہ احمد مشکوۃ ص ۲۶) یقیناً اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی یہاںتک کہ اللہ نے اسے اس پر فراخ کردیا۔

اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے کہ اس کی موت پر عرش ہل گیا اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھولے گئے اور ستر ہزار فرشتے ان کے استقبال کے لئے اترے انہیں ایک مرتبہ قبر نے دبایا پھر کھل گئی۔ (حضرات علماء فرماتے ہیں کہ گویا زمین نے ان سے اظہار محبت سے دبایا جیسے دوست کو گلے لگا کر دبایا جاتا ہے)

مگر ایک شخص اپنی عقل سے حدیث کو ٹھکراتے ہوئے کہتا ہے کہ اس زمین کے حدود اربعہ میں کہاں گنجائش ہے کہ فراخ یا تنگ ہو (گویا اس شریف کے نزدیک اس میں تنگی اور فراخی کرنا خدا تعالیٰ کے اختیار میں نہیں ہے) ورنہ یہ کام اللہ نے ہی کرنا ہے ہم تم نے تو نہیں کرنا جو رب اس زمین میں کروڑوں درختوں کی فراخی پیدا کرتا ہے اور کھیتوں میں نباتات کی۔ اور اس دور میں سوئی گیس و پٹرول کے خزانے اور پانی کے ذخائر کی فراخی پیدا کرسکتا ہے وہ قبر میں فراخی پیدا نہیں کرسکتا۔ یہ عقل کا دشمن صرف اتنا سوچ لیتا جو رب اس چھوٹی سی آنکھ میں پائے جانے والے نگاہ کے نقطہ میں پورا عالم سمو دیتا ہے اور چھوٹے سے دماغ میں پورے عالم کا نقشہ قائم کردیتا ہے اور زمین میں پانی کے فوارے چلاتا ہے اور پانی پر زمین ٹکا سکتا ہے وہ قبر میں فراخی

کیوں نہیں کر سکتا۔

اور آج تو ایک چھوٹی سی کمپیوٹر کی ڈسک (سی ڈی) میں ہزاروں ضخیم کتب محفوظ ہو چکی ہیں انسانی ایجاد کمپیوٹر میں اس قدر وسعت ہے کیا قبروں میں اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی مجبوری ہے کہ اسے فراخ کر دیں آخر اس زمین میں کیوں اس قدر فراخی کی گنجائش نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس فرقہ نے جو بھی کہیں دلیل دی ہے اپنی عقل نارسا سے دی ہے اور قرآن وسنت کو اپنے عقل کی کسوٹی پر اتارنے کی کوشش کی ہے اپنی عقل کو قران کے مطابق نہیں قرآن کو عقل کے مطابق بدلنے کی سعی نامسعود کی اور اس پر بھی پورا نہیں اتر سکا۔ ان لوگوں نے جہاں بھی کوئی دلیل دی اپنی عقلی سوچ کو بنیاد بنایا نہ کہ وحی کو اور تفسیر قران اسلاف سے نہیں لی اپنی ہوائے نفس سے کی ہے۔ جبکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ اپنی جگہ جہنم میں ڈھونڈ لے۔

قبر آخرت کی پہلی منزل

ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے عن عثمان انه کان اذا وقف علی قبر بکی حتی تبل لحیته فقیل له تذکر الجنة والنار فلاتبکی وتبکی من هذا فقال ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال ان القبر اول منزل من منازل الاخرة فان نجی منه فمابعد ایسر منه وان لم ینج فما بعده اشد منه قال وقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ما رأیت منظرا قط الاوالقبر افظع منه (مشکوۃ ص ٢٦)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپکی داڑھی مبارک تر ہو جاتی آپسے کہا گیا آپ جنت ودوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو اتنا نہیں روتے اور اس پر روتے ہیں؟ تو آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات پالی تو بعد میں جو ہوگا وہ اس سے آسان ہوگا اور اگر اس سے نجات نہ پائی

تو بعد کا معاملہ اور سخت ہوگا اور فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جتنے مناظر دیکھے ہیں قبران سے سے زیادہ گھبراہٹ والی اور سخت ہے۔

حدیث (۱۷):۔ وعنہ قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا لہ التثبیت فانہ الان یسئل ۔(رواہ ابو داؤد، مشکوۃ ص ۲۶)

اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو (قبر) پر کھڑے ہوکر فرماتے تھے اپنے بھائی کی خاطر استغفار کرو پھر اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اس سے اب سوال کیا جاتا ہے۔

خلاصہ:۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس قبر پر رو رہے ہیں واضح ہے یہی قبر تھی جو مٹی میں کسیوں سے تیار کی گئی تھی آپ نے اسی کو بفرمان نبوی آخرت کی پہلی منزل بتایا اور قبر کو سخت گھبراہٹ کا مقام بتایا۔ اور دوسری روایت میں دفن کے بعد اسی زمینی قبر پر کھڑے ہوکر استغفار اور دعا فرمائی اور فرمایا کہ ابھی اس سے سوال ہوتا ہے یہ بات قطعی دلالت سے واضح ہوگئی کہ آپ نے اسی زمینی قبر کو قبر قرار دیا اور واضح فرمایا کہ اسی قبر میں سوال وجواب ہوتا ہے۔

قبر والوں سے آنحضرت ﷺ کا خطاب اور سلام وکلام کرنا

کتب حدیث میں آنحضرت ﷺ کا قبرستان میں جاکر اہل قبور کو خطاب کر کے سلام وکلام فرمانا ثابت ہے اور آپ کی یہی تعلیم ہے کہ قبروں پر جاکر سلام کہو اس لئے فقہاء نے اسے سنت قرار دیا ہے۔

حدیث (۱۸):۔ عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ **قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمھم اذا خرجوا الی المقابر السلام علیکم یا اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون نسأل اللہ لنا**

ولکم العافیۃ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ انہیں یہ سکھایا کرتے تھے کہ جب قبرستان میں جائیں (تو یہ کہیں) اے گھروں والے مومنو مسلمانو! تم پر سلام ہو اور ہم بھی انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت (تندرستی) کی دعا کرتے ہیں۔

حدیث (۱۹) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبور بالمدینۃ فاقبل علیھم بوجھہ فقال السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۱۵۴) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں قبروں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف چہرہ مبارک پھیر کر فرمایا اے قبروں والو! تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے تم ہم سے پہلے آ گئے اور ہم پیچھے آنے والے ہیں۔

حدیث (۲۰):۔عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من اخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ما توعدون الخ

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ہاں باری آتی تو آپ رات کے آخری حصہ میں جنۃ البقیع کی طرف تشریف لے جا کر فرماتے اے گھروں والے مومنو! تم پر سلام ہو اور تمہارے پاس دیا ہوا وعدہ آ گیا۔

حدیث (۲۱):۔عنھا قالت کیف اقول یا رسول اللہ تعنی فی زیارۃ القبور قال قولی السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین الخ

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں کیسے کہوں یعنی زیارت قبور میں فرمایا تم کہو تم پر سلام اے مومن و مسلمان گھروں والو! الخ

ان احادیث مبارکہ سے آپ کا مردوں کو سلام و کلام فرمانا اوران کی طرف متوجہ ہو کر ان سے بولنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی تعلیم دینا اور بار بار قبرستان میں جانا ثابت ہوتا ہے، نیز اس سے واضح ہوتا ہے کہ قبر والوں سے خطاب کرنا اوران سے بات کرنا شرک نہیں بلکہ سنت ہے ورنہ آپ کہیں بھی ایسے امر کی تعلیم یا ایسا عمل نہیں فرما سکتے تھے جس میں شرک کا وہم بھی ہو سکتا ہو۔

ایک معاصر نے کہا کہ یہ محض دعا تھی حالانکہ پہلے تو دعا میں خطاب ضروری نہیں دوسرے یہ کہ دعا ہر جگہ ہو سکتی ہے صرف قبرستان میں نہیں اور پھر یہ محض دعا نہیں بلکہ کلام بھی ہے آپ کا فرمانا کہ تم ہمارے سلف ہو اور ہم پیچھے آنے والے ہیں۔تمہارے پاس وہ چیز آ گئی جس کا وعدہ دیا گیا تھا کلام ہے نہ کہ سلام ہے اور دعا اس سے جہاں سماع اموات ثابت ہوا (کہ نبوی خطاب محض غیر سامع جامد کو یعنی فضول اور لایعنی نہیں تھا) وہاں اہل قبور کا قابل خطاب اور زندہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔لہذا اس خطاب کو شرک کہنے والا خود اپنی عاقبت کی خیر منائے رہا مدد کے لئے پکارنا تو وہ زندہ اور مردہ دونوں کو پکارنا شرک ہے نہ کہ صرف مردہ کو اور یہ بھی حقیقت ہے کہ پیغمبر پاک نے کبھی ایسے جملے نہ فرمائے نہ انکی تعلیم دی جو موہم شرک ہوں۔

حدیث (۲۲):۔ حضرت سیدہ صدیقہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے زائد کپڑا اتار کر چلی جاتی تھی اور کہتی تھی کہ (یہ) میرے خاوند ہی ہیں اور (یہ) میرے والد (ابوبکر) **فلما دفن عمر معهم فو الله ما دخلته الا و انا مشدودة علیّ ثيابي حياء من عمر** (رواہ احمد، مشکوۃ ص ۱۵۴) پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ دفن کے گئے تو بخدا میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرم سے اندر نہ جاتی تھی مگر اپنے اوپر کپڑے لپیٹ کر۔

اب بتائیں کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کس قدر حیات بعد الوفات فی القبر کی قائل

ہیں کہ قبر میں مدفون حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرم سے پردہ کررہی ہیں۔ اب مشرک ساز پارٹی اس سے تو رہی کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کا نام لے کر زبان درازی کرسکے اس لئے اس روایت کے خلاف زبان درازی کرتی ہے اور پھر اس پارٹی کا عجیب مزاج ہے جو روایت اپنی خواہش نفسانی کے مطابق محسوس کرے تو آنکھیں بند کر کے قبول کرلیتی ہے اور اگر خلاف ہو تو اسماء الرجال کی آڑ میں جرح شروع کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ جن کی جرح قبول کرتے ہیں ان کے مسلمان ہونے کا انکار کرتے ہیں گویا ان کی روایت اور جرح معتبر ہے اور عقیدہ معتبر نہیں۔

احادیث نبویہ جن سے صراحت کے ساتھ حیات اموات ثابت ہوتی ہے۔

حدیث (۲۳):۔ بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد (بخاری ص ۱۸۴) اور دیگر کتب میں ہے۔

قال ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی وذهب عنه اصحابه حتی انه ليسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فاقعداه فيقولان له ما كنت تقول فی هذا الرجل (محمد) فيقول اشهد انه عبد الله ورسوله

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور پیٹھ پھیر کر اس کے ساتھی جانے لگتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں پھر اسے کہتے ہیں تو اس آدمی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں کیا کہتا تھا وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

پھر آپ نے حدیث میں کافر و منافق کا ذکر فرمایا کہ وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں میں وہی کچھ کہہ دیتا تھا جو لوگ کہتے تھے پھر اسے کہا جاتا ہے **لا دريت ولا تليت ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه الا الثقلين** (بخاری باب المیت یسمع خفق النعلین) اسے کہا

جاتا ہے نہ تو نے معلوم کیا اور نہ کسی کی اتباع وتقلید کی پھر لوہے کے گرز سے اس کے دو کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے جس سے وہ چیخ نکالتا ہے جسے اس کے اردگرد کے سب سنتے ہیں بغیر ثقلین (جن وانسان) کے۔

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ دفن کے بعد بندے کے اسی قبر میں اٹھ بیٹھنے اور فرشتوں کے سوال کا جواب دینے کا ذکر ہے اور دفن کر کے جانے والوں کے جوتوں کی آواز کا سننا بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور منافق وکافر کے کانوں کے درمیان لوہے کے گرز مارنے اور اردگرد کی سب مخلوق کے سننے کا ذکر ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ یہ سب کچھ اسی زمینی قبر کے اندر ہوتا ہے اس حدیث کے بعد بودی تاویلوں کے ذریعے کہنا کہ یہ اس قبر میں نہیں کسی اور قبر میں ہوتا ہے پھر اس جسم کو نہیں دوسرے (مثالی یا برزخی) جسم کے ساتھ ہوتا ہے ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ لا الہ الا اللہ تو برحق ہے لیکن اللہ سے مراد وہ نہیں جس کو لوگ اللہ کہتے ہیں وہ اور اللہ ہے جس کے بغیر کوئی معبود نہیں۔

یا کوئی شخص کہے کہ محمد رسول اللہ تو صحیح ہے لیکن وہ محمدؐ مراد نہیں جن کو لوگ نبی کہتے ہیں وہ اور محمد ہیں۔ کیا خیال ہے اس تاویل کو مان لیں گے؟ ہرگز نہیں ایسے ہی جب آپ نے حالات قبر بیان کرتے ہوئے مردے کے دفن کا تذکرہ کر کے اس کے حالات بیان فرمائے تو واضح ہو گیا کہ یہی قبر مراد ہے اور کوئی قبر نہیں ہے۔

حدیث (٢٤):۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمان نبوی بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اذا دخل المیت القبر مثلت له الشمس عند غروبها فیجلس یمسح عینیه ویقول دعونی اصلی** (رواہ ابن ماجہ، مشکوۃ ص ٢٦) جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو سورج غروب ہوتا ہوا دکھایا جاتا ہے پس وہ اٹھ کر بیٹھتا ہے اور آنکھیں ملتے ہوئے کہتا ہے مجھے چھوڑو میں نماز تو پڑھ لوں۔

اس حدیث سے بھی اسی زمینی قبر میں مردے کا اٹھ کر بیٹھنا ثابت ہوا جو زندگی کی علامت ہے۔

حدیث (٢٥):۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمان نبوی نقل فرمایا ہے کہ **ان المیت یصیر الی القبر فیجلس الرجل فی قبرہ غیر فزع ولا مشغوب** بلاشبہ میت قبر کی طرف پہنچ جاتی ہے تو آدمی اپنی قبر میں بغیر گھبراہٹ اور پریشانی کے اٹھ بیٹھتا ہے۔

اور کافر کے بارے میں فرمایا **ویجلس الرجل السوء فی قبرہ فزعا ومشغوبا** (ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ٢٧) اور برا آدمی اپنی قبر میں گھبراہٹ اور پریشانی میں اٹھ کر بیٹھتا ہے۔

اس حدیث میں بھی سید ھا صاف دفن کے بعد بندے کا قبر میں اٹھ کر بیٹھنا ثابت ہے اور اٹھنا، بیٹھنا بغیر حیات کے نہیں ہوتا۔

حدیث (٢٦): ارسال روح:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (سرور کائنات سے مؤمن وکافر کے قبر میں حالات بیان کرتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد روح کافر کے بارے میں نقل کیا **فترسل من السماء ثم یقر الی القبر** (رواہ ابن ماجہ) تو اسے آسمان سے چھوڑ دیا جاتا ہے پھر وہ قبر کی طرف آجاتی ہے۔

چنانچہ امام الموحدین حضرت مولانا حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں

المنکر والنکیر یاتیان المیت فترسل فی ذالک المیت الروح ثم یقعد (تحریرات حدیث ص ٢٥٧) منکر نکیر میت کے پاس آتے ہیں پھر اس میت میں روح بھیج دی جاتی ہے پھر وہ اٹھ کر بیٹھتا ہے۔ اس حدیث سے وضاحت سے روح وجسم کا قبر میں تعلق واضح ہو گیا۔

حدیث (٢٧): اعادۂ روح:۔ بروایت امام احمدؒ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طویل حدیث میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن وکافر کے حالات

موت وقبر بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے بارہ فرمایافیقول اللہ عز وجل اکتبوا کتاب عبدی فی علیین واعیدوہ الی الارض فانی منه خلقتهم ومنها اعیدهم ومنها اخرجهم تارة اخری فتعاد روحه فی جسده فیاتیه ملکان فیجلسانه اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھ دو اور اسے زمین کی طرف لوٹادو کہ میں نے اسے اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی کی طرف لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹادیا جاتا ہے پھر اس کے پاس دوفرشتے آتے ہیں اور اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں۔

اور کافر کے بارے میں فرمایا فتطرح روحه طرحا پھر اس کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے فتعاد روحه فی جسده اس کی روح کو اس کے جسم مین لوٹادیا جاتا ہے۔

(رواہ احمد، مشکوۃ ص ۱۴۲)

حدیث (۲۸):۔ (مشکوۃ ص ۲۶ میں ابوداؤد، ترمذی کی روایت میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمان نبوی منقول ہے آپ نے کافر کے بارہ میں فرمایا۔

ویضیق علیه قبرہ حتی تختلف اضلاعه اس پراس کی قبر کو تنگ کردیا جاتا ہے حتی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہے پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ یعنی وہ اس قدر سخت ہوتا ہے کہ گویا کہ وہ نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ اس کے دل میں کوئی ہمدردی اور ترس آتا ہے جو اسے لوہے کا گرز مارتا ہے اگر وہ پہاڑ پر مارا جائے تو مٹی ہوجائے۔ وہ فرشتہ اس کو اس قدر مارتا ہے کہ اس کے چیخنے کی آواز مشرق ومغرب کی ہر چیز سنتی ہے بغیر ثقلین (جن وانس) کے پھر وہ مٹی ہوجاتا ہے۔

ثم یعاد فیه الروح پھر اس میں روح کو لوٹادیا جاتا ہے (رواہ احمد وابوداؤد مشکوۃ ص ۲۶)

اس حدیث کی توثیق اور تخریج بہت سے محدثین نے کی ہے اور جملہ اعتراضات کا جواب دے دیا ہے اور اس کی متعدد اور مختلف صحیح سندات بیان کی ہیں (جن کی تفصیل مدارک الاذکیاء لعلامۃ خالد محمود مدظلہ و دین خالص لمولانا محمد عبداللہ

دمانوی میں دیکھ سکتے ہیں)

حدیث (۲۹): ردروح :۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے بحوالہ ابونعیم حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **حتی یدخل حفرته وترد روحه الی جسده** (مختصر تذکرہ قرطبی ص ۳۳ تسکین الصدور ص ۱۴۰) یہانتک کہ میت کو اسکی قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اسکی روح اس کے جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔

حدیث (۳۰):۔ امام حاکم نے (مستدرک ج ۱ ص ۳۷) میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے لئے فرمایا **ثم ترد روحه الی جسده** پھر اس کی روح اس کے جسم کی جانب لوٹائی جاتی ہے۔

اور کافر کے لئے فرمایا **فیرمی بروحه حتی تقع فی جسده** پھر اس کی روح کو ڈالا جاتا ہے یہانتک کہ اس کے جسم میں واقع ہو جاتی ہے۔

حدیث (۳۱): مردے کا انس پکڑنا:۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو بوقت قرب موت وصیت فرمائی **اذا انا مت فلا تصبحنی نائحة ولا نار فاذادفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جذور ویقسم لحمها حتی استأنس بکم واعلم ما ذا اراجع به رسل ربی** (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۱۴۹) جب میں مروں تو میرے ساتھ رونے والی عورتیں نہ چلیں اور نہ آگ پھر جب مجھے دفن کر چکو تو میرے اوپر مٹی ڈال کر میری قبر کے اردگرد اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کے گوشت کو تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہارے ساتھ انس پکڑوں اور جان سکوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتوں) کے ساتھ کیا سوال جواب کروں۔

الحاصل: یہ چند ایک احادیث پورے ذخیرہ حدیث سے بطور نمونہ نقل کی گئی ہیں تاکہ ایمان والے جان سکیں کہ ان احادیث سے صراحتہ روح و جسم کا تعلق اور حیات بلکہ موانست میت وغیرہ کا ثبوت ہوا۔

اس قدر آیات قرانیہ اور احادیث نبویہ کی تصریحات کے بعد کوئی ایمان والا تو حیات اموات اوور راحت وعذاب قبر کے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا مگر حیرانی ہوتی ہے ان ہواپرست لوگوں پر کہ بجائے اس کے کہ خدا اور رسول کے فرامین کو برحق مانتے اپنی بے جا ضد سے ہٹ جاتے مگر وہ الٹا ڈھٹائی کے ساتھ راحت وعذاب قبر اور حیات اموات کے قائل کو کافر ومشرک کہتے ہیں اور نہیں شرماتے کہ ہمارا یہ فتوی بذات خود قرآن وحدیث، ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سمیت پوری امت کو مجروح کرتا ہے کہ راحت وعذاب قبر پر ایمان تو قرآن وسنت کی توہین کا باعث ہے۔ پوری امت حق اور سچ کہے اور اس پر ایمان لانا سمجھے اور یہ اس کے قائل کو کافر ومشرک قرار دیں۔

اجماع امت دربارۂ حیات اموات وراحت وعذاب قبر

جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہو چکا کہ مردے کو اس کی زمینی قبر میں ایک خاص زندگی دے کر راحت وعذاب کے مراحل سے گذارا جاتا ہے تو اسی کے مطابق امت مسلمہ نے بالاتفاق اس مسئلہ کو حق تسلیم کیا ہے چنانچہ ذیل میں ثابت کیا جاتا ہے کہ جملہ اہل حق کے نزدیک راحت وعذاب قبر وحیات اموات ثابت ہے۔

اجماع امت:۔ امام علی القاری حنفی (شرح فقہ اکبر ص۱۲۰) پر اور امام جلال الدین سیوطی شافعی (شرح الصدور ص۱۰۲) میں راقم ہیں۔

واعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالی یخلق فی المیت نوع حیات فی القبر قدر یتألم او یتلذذ ترجمہ: جان لے کہ اہل حق نے اس پر اتفاق کیا کہ اللہ تعالی مردے میں قبر کے اندر ایک قسم کی ایسی حیات پیدا فرماتے ہیں جس سے وہ لذت یا دکھ پاتا ہے۔

اس عبارت سے ایک یہ ثابت ہوا کہ حیات قبر پر جملہ اہل حق کا اتفاق ہے اور دوسرا یہ کہ وہ حیات صرف اس قدر ہوتی ہے جس سے نیک مومن راحت پاتا ہے اور کافر وبدکار عذاب اور دکھ۔

عقیدہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

آج کل کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام اعظم اس قبر میں راحت وعذاب اور حیات کے قائل نہ تھے ذیل میں ثابت کیا جاتا ہے کہ امام صاحب عذاب قبر کو حق جانتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں وسوال منکر ونکیر حق کائن فی القبر واعادة الروح الی الجسد فی قبره حق وضغطة القبر وعذابه حق للکفار کلهم وبعض عصاة المومنین حق جائز (الفقہ الاکبر مع ترجمہ بیان الاظہر ص ۴۳) اور منکر نکیر کا سوال حق ہے جو قبر کے اندر ہوتا ہے۔ روح کا اعادہ جسم کی طرف اس کی قبر کے اندر حق ہے اور قبر کا بھینچنا اور اس کا عذاب حق ہے سب کافروں کے لئے اور بعض گناہ گار مسلمانوں کے لئے حق ہے جائز ہے۔

عقیدہ امام احمد بن حنبل رح

والایمان بملک الموت بقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور یسئلون عن الایمان والتوحید (کتاب الصلوۃ ص ۴۵) اور ایمان ملک الموت کے ساتھ قبض ارواح کے ساتھ پھر اس کو جسموں میں لوٹایا جاتا ہے۔ قبروں کے اندر پھر ان سے ایمان اور توحید کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔

فقہاء مذاہب اربعہ رح کا اتفاق

وهذه المذاهب الاربعة ولله الحمد فی العقائد واحدة وهولاء الحنفية والشافعية والمالكية وفضلاء الحنابلة وبالجملة عقيدة

الطحاوی التی تلقاها علماء المذاهب بالقبول (معید النعم مبید النقم ص ۳۲)
یہ چاروں مذاہب عقائد میں ایک ہی ہیں اور یہ حنفی، شافعی، مالکی، اور فضلاء حنابلہ، اور عقیدہ طحاوی کو چاروں مذاہب کے علماء نے قبولیت کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔

عقیدہ طحاوی (ص ٦٠): ۔ص ٦٠ پر امام طحاوی راقم ہیں نومن بعذاب القبر ونعمه لمن کا ن لذالک اهلا وبسوال منکر ونکیر للمیت فی قبره عن ربه ودینه ونبیه علی ما جاء ت به الاخبارعن رسول الله ﷺ وعن اصحابه رضی الله عنهم والقبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیران ہم عذاب القبر اوراس کی نعمتوں پر ایمان رکھتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو اس کا اہل ہو اور منکر نکیر کے سوال پر جو میت سے اس کی قبر میں اس کے رب، دین اور نبی کے بارے میں کیا جاتا ہے (بھی ایمان رکھتے ہیں) جیسا کہ احادیث رسول اللہ ﷺ میں اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہوئی ہیں اور قبر بہشت کا باغ ہے یا آگ کا گڑھا ہے۔

خلاصہ: ۔ یہ نکلا کہ قران وحدیث سے ثابت شدہ اس عقیدۂ راحت وعذاب قبر اور حیات اموات فی القبر پر پوری کی پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے بالخصوص مذاہب اربعہ کے جملہ فقہاء اس پر متحد اور متفق ہیں۔

فقہاء ومحدثین کا مذہب: ۔ (۱) امام ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں۔

اذا جاز ان یکون المؤمنون احیوٗ فی قبورهم جاز ان یحی الکفار فی قبور هم فیعذبون (احکام القرآن ص ۱۰۸) جب یہ جائز ہے کہ مومنوں کو ان کی قبروں میں زندہ کیا جائے گا تو یہ بھی جائز ہے کہ کفار کو ان کی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جائے۔

(۲) امام غزالیؒ فرماتے ہیں اما عذاب القبر فقد دلت علیه قواطع الشرع (احیاء العلوم ص ۴۰۹) قبر کے عذاب پر شریعت کی قطعی اور یقینی دلیلیں ہیں جو اس پر

دلالت کرتی ہیں۔

(۳)علامہ مرغینانیؒ صاحب ھدایہ ص ۴۸۴ ج ۲ پر راقم ہیں ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیوۃ جس کو قبر میں عذاب دیا جائے اس میں زندگی پیدا کی جاتی ہے۔

(۴)علامہ نوویؒ فرماتے ہیں ثم المعذب عند اھل السنۃ الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الروح (نووی شرح مسلم) پھر اہل سنت کے نزدیک پورے جسم کو یا اس کے بعض کو روح کے لوٹانے کے بعد عذاب دیا جاتا ہے۔

(۵)حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں آنچہ او علیہ السلام خبر دادہ است احوال آخرت ہمہ حق است از عذاب گور ضغطہ آں (مکتوب ۵۸ دفتر دوم) جن چیزوں کی آپ نے آخرت اور قبر کے عذاب اور اس کی تنگی کے بارے میں فرمایا سب حق ہے۔

(۶)علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں ثم السوال عندی یکون بالجسد مع الروح پھر میرے نزدیک جسم سے روح کے ساتھ (ملائکہ) سوال کیا جاتا ہے۔

(فیض الباری)

(۷)مولنا حسین علیؒ راقم ہیں المنکر والنکیر یاتیان المیت یترسل فی ذلک المیت الروح ثم یقعد (تحریرات حدیث ص ۲۵۷)۔ منکر نکیر میت کے پاس آتے ہیں تو اس میں روح کو چھوڑ دیا جاتا ہے پھر وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔

منکرین عذاب قبر کا شرعی حکم:۔لا تجوز الصلوۃ خلف منکر الشفاعۃ والرؤیۃ وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانہ کافر لتوارث ھذہ الامور عن الشارع صلی اللہ علیہ وسلم (فتح القدیر لابن الھمام ص ۲۴۷)

شفاعت، دیدار ربانی، عذاب قبر اور کراما کاتبین کے منکر کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ کافر ہے کیونکہ یہ ساری چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باقاعدہ ثابت ہیں۔

خلاصہ:۔ یہ کہ حیات اور راحت عذاب قبر کا عقیدہ جس کے مطابق اس قبر میں جسے زمین میں اندر بنا کر مردے کو دفن کیا جاتا ہے ضروری عقائد اسلامیہ میں سے ہے اور

اس کا منکر اہل سنت میں داخل نہیں ہے اور علی الاطلاق عذاب قبر کا منکر مسلمان نہیں ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

جلا ہوا یا غرق شدہ:۔ منکرین کا سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ اگر عذاب اور راحت اسی قبر میں ہوتا ہے تو پھر جو غرق ہو جائے یا جل جائے یا درندوں اور جانوروں اور مچھلیوں کے پیٹوں میں چلا جائے تو اس کو کہاں اور کس قبر میں عذاب ہوگا۔

جواب:۔ یہ ہے کہ جس چیز کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہو چکا اس پر تو اسی طرح ایمان لاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا اور اسی قبر میں عذاب کا ہونا بتایا اس لئے جو دفن ہوتا ہے اسکے بارے میں تو اس کے بارے میں تو یہی عقیدہ مان لیں رہا وہ جس کا جسم درندے کھا جائیں یا جل سڑ جائے اس کا جواب علماء امت نے بڑی وضاحت سے اس سے پہلے دے دیا ہے۔ نہ یہ سوال نیا ہے نہ اس کا جواب نیا دینا پڑے گا اس لئے ایک چیز کا حکم اصلی ہوتا ہے اور دوسرا کسی عارض کی وجہ سے ہوتا ہے جب کوئی عارضہ لاحق ہو تو اس کا حکم اور ہوتا ہے اور اصل حکم اور ہوگا مثلاً نماز کیلئے وضو فرض ہے اور بغیر وضو نماز نہیں ہوتی مگر جو بیمار ہو پانی کا استعمال کرنا اس کیلئے منع ہو تو بوجہ عارضہ تیمم کی اجازت ہے۔ ایسے ہی اصل عذاب کا مقام وہی قبر ہے جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے اور اگر دفن نہ کیا جائے یا اسے درندے کھا جائیں یا جل جائے تو جہاں جہاں اس کے جسم کے ذرات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان سے روح کا تعلق قائم کر کے عذاب دیتے ہیں چنانچہ علماء نے اس کی صراحت کی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں **ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ فكل من مات وهو مستحق للعذاب ناله نصيبه منه قبر اولم يقبر فلو اكلته السباع او حرق حتى صار رمادا ......او غرق في البحر وصل الى روحه وبدنه من العذاب ما يصل الى القبور** (کتاب الروح

لابن القیم ص ۷۷) بلاشبہ قبر کا عذاب ہی عذاب برزخ ہے پس جو بھی مر گیا اور وہ عذاب کا مستحق تھا تو وہ اس عذاب کا حصہ پالے گا اسے قبر دی جائے یا نہ بس اگر اسے درندے کھا گئے یا جل گیا یہانتک کہ راکھ ہو گیا...... یا سمندر میں غرق ہو گیا تو اس کی روح اور بدن تک وہی عذاب پہنچ جاتا جو قبروں تک پہنچتا ہے۔

نیند والے کی طرح:۔ علامہ ابن قیم ہی فرماتے ہیں جس طرح نیند کرنے والا گو زندہ ہے مگر اس کی زندگی جاگنے والے کی زندگی جیسی نہیں ہے تو فان النوم شقیق الموت فھکذا المیت اذا اعیدت روحه الی جسده کانت له حالة متوسطة بین الحی والمیت (کتاب الروح ص ۶۲) بلاشبہ نیند موت کی جڑواں ہے اسی طرح میت کی روح جب اس کے جسم کی جانب لوٹائی جاتی ہے تو اس کی حالت بھی میت اور زندہ کے درمیان والی ہوتی ہے۔

(ایضاً ص ۳۲۱، الصارم المنکی ص ۷۱۸ مختصر تذکرہ قرطبی ص ۳۰۶)

جواب مخالفین کے لئے اصول

(۱) جیسا دعوی ویسی دلیل: چونکہ مخالفین کے نزدیک یہ مسئلہ یعنی مردے کا قبر میں زندہ نہ ہونا اور اس کو راحت وعذاب نہ ملنا اصولی مسئلہ ہے اس لئے ان سے قرآن کی آیت یا حدیث متواتر کا مطالبہ کیا جائے گا جس سے صراحۃ یہی الفاظ ثابت ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی کسی ایک آیت یا حدیث سے اس عقیدہ باطلہ کا ثبوت نہیں ہے۔ اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ کسی ضعیف روایت سے بھی یہ عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

(۲) دلالت قطعی: جہاں دلیل قطعی ہو وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی متعلقہ موضوع پر دلالت بھی قطعی ہو اور دلالت قطعی کا مطلب یہ ہے کہ اس عقیدہ کا پورے کا پورا مضمون کسی دوسرے جملہ کے ملائے بغیر محض لفظی ترجمہ سے ایسا واضح ہو جائے کہ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

یعنی اس آیت یا حدیث متواتر میں میت کا لفظ موجود ہو اور اس کی روح و جسم تعلق کا قبر کے اندر نہ ہونا وضاحت سے معلوم ہو جائے اور محض ترجمہ کی عبارت سے پورا پتہ چل جائے۔ جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے اللہ تعالی ایک ہے اس بارے میں قرآن میں ہے قل ھو اللہ احد کہ اللہ ایک ہے آیت کے اندر لفظ اللہ بھی ہے احد بھی۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں تو قران نے بتایا فاعلم انه لا الہ الا اللہ آپ جان لیں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ ایسے ہی ہمارا عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو قران میں آیا ہے محمد رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (فتح پارہ ۲۶)

چنانچہ ان دونوں عقیدوں کا مکمل مضمون پورے کا پورا محض ترجمہ سے معلوم ہو گیا اور کسی دوسرے لفظ کے ملانے کی ضرورت نہیں پڑی یعنی جو عقیدے کا جملہ ہے وہی آیت کا ترجمہ اسی طرح یہ خیال کہ قبر میں میت کے روح و جسم کا کوئی تعلق نہیں ہوتا یا قبر میں میت کو کسی قسم کی حیات حاصل نہیں ہوتی اس کا عربی ترجمہ اس طرح یا اس سے ملتا جلتا بنتا ہے کہ لا علاقة لروح الميت وجسده فی القبر یا لا حیوٰة للمیت فی القبر اور حقیقت یہ ہے کہ پورے قران میں ایک آیت بھی نہیں ہے جس کا یہ مفہوم بنتا ہو۔ اس لئے یہ بے چارے کبھی تو مشرکین مکہ کے معبودان بے جان (بتوں) کے بارے میں اترنے والی آیات سے استدلال کرتے ہیں کہیں حضرت عزیر علیہ السلام کی موت عارض پر موت اجل کا قیاس کرتے ہیں کہ ان کو سو سال مردہ رکھا گیا جس کی وجہ سے ان کو سو سال گزر جانے کا پتا نہ چل سکا جبکہ وہ موت عارض اور سو سال کے عرصہ پر حاوی تھی اور پتہ تو اصحاب کہف کو حالت نیند میں بھی (زندہ ہونے کے باوجود) نہ چل سکا بلکہ قران پاک نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ قیامت میں جب اللہ تعالی فرمائیں گے کم لبثتم فی الارض عدد سنین تم نے کتنا عرصہ گذارا تو وہ جواب دیں گے یوما او بعض یوم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ جب آخرت میں خدا تعالی کے سامنے زندگی ایک دن یا دن کا

حصہ معلوم ہوگی تو عزیر علیہ السلام کا یہ کہنا کون سی عجیب بات ہے۔

گویا مخالفین نے عزیر علیہ السلام کے سو سال تک کی موت کی حالت میں رہنے کی بنا پر قیاس کرتے ہوئے انبیاء واہل قبور کی حیات قبر کا انکار کیا ہے جب کہ قیاس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ بہر صورت مخالفین کے عقیدہ کا قران حکیم میں کوئی شمہ تک نہیں ملتا بلکہ ہمارا عقیدہ اشارات قرآنیہ اور احادیث متواترہ کی تصریح سے ثابت ہے (کمامر) لیکن پھر بھی مخالفین سے یہی مطالبہ ہوگا کہ اپنا عقیدہ قران حکیم کی آیات سے دلالت قطعیہ غیر مشتبہ سے ثابت کریں۔

(۳) مخالفین بعض اوقات ان آیات سے استدلال کرتے ہیں کہ جن میں قیامت میں مردوں کے اٹھائے جانے کا ذکر ہے مثلاً **قل یحیھا الذی انشأ ھا اول مرۃ** آپ فرمادیں کہ ان ہڈیوں کو وہ ذات دوبارہ زندہ کرے گی جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔

تو یہ بھی ہمارے عقیدہ کے خلاف نہیں اس سے مراد انسانی ڈھانچہ کی تکمیل کے ساتھ مکمل جسم یا دخول روح والی زندگی مراد ہے اور قبر کی زندگی جسمانی ذرات سے روح کے تعلق کے ساتھ ہوتی ہے۔ نہ کہ حیات کامل بلکہ وہ نوع من الحیٰوۃ ہے جو صرف اس قدر ہے کہ مردہ خود کو زندہ اور معذب یا پر سکون محسوس کرے اور اس کے لئے جسمانی ڈھانچے کا سالم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔

چنانچہ علماء نے اس کی وضاحت کی ہے۔ **البنیۃ لیس بشرط عند اھل السنۃ حتی لو کان متفرق الاجزاء جعلت الحیوۃ فی تلک الاجزاء** (فتح القدیر ص۹۴) اہل سنت کے نزدیک ڈھانچہ کا سالم ہونا بھی شرط نہیں ہے یہ زندگی انہیں اجزاء میں رکھ دی جاتی ہے۔

مستدلات مخالفین کا جائزہ اوران کے استدلالات کے جوابات

واضح رہے کہ ہم نے قرانی آیات کا جواب نہیں بلکہ ان سے جو غلط استدلال کیا گیا ہے اسے رد کرنا ہے کہ یہ عقیدہ باطلہ قران میں نہیں ہے اور آیت کا اصل مفہوم یہ ہے جو اسلاف سے منقول ہے لہذا آپ کا استدلال باطل ہے۔ اور قرآن کا وہی مفہوم معتبر ہے جو اسلاف امت سے منقول ہے۔

مستدل اول: آیت (۱):۔ ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم فادعوھم فلیستجیبوا لکم ان کنتم صادقین (اعراف پ۹ ص۱۹۴)

بلاشبہ جن کو تم سوائے اللہ کے پکارتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں پس تم ان کو پکارو پس وہ تمہاری دعاء قبول کریں اگر تم سچے ہو۔

آیت (۲): ۔ والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (نحل پ۱۴،) اور جو یہ لوگ سوائے اللہ کے پکارتے ہیں وہ کچھ پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں وہ مردہ بے جان ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔

طرز استدلال: ۔ ان آیات میں مطلقا معبودان باطلہ ماسوااللہ کا ذکر کر کے ان کو انسانوں جیسا بندہ اور محض میت بے جان کہا گیا اس لئے اس میں انبیاء اولیا اہل قبور اور بت سارے آ گئے لہذا ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد میت محض مردہ بے جان ہوتا ہے۔

الجواب الاول: ۔ دونوں دلیلیں دعوی کے مطابق نہیں ہیں اس لئے کہ ان میں معبودان باطلہ کا ذکر ہے مردوں کا ذکر نہیں ہے اور ہر میت نہ معبود سمجھی جاتی ہے اور نہ ان آیات میں مردوں اور اہل قبور کا ذکر ہے دلیل قطعی کی دلالت قطعیہ کا دعوی کرنے

والوں کو چاہئیے کہ ایسی آیات لائیں جن میں مردوں اور اہل قبور کا زندہ نہ ہونا صراحت سے ثابت ہو کہ قبر والوں کے روح وجسم کا کوئی تعلق نہیں اور وہ محض بے جان ہیں۔ یعنی لفظ میت بھی ہے اور قبر بھی اور عدم تعلق روح بھی۔

الجواب الثانی :۔ یہ آیات مکی سورتوں کی ہیں اور ان میں مشرکین کے معبودان باطلہ مراد ہیں جو کہ بت تھے کہیں ثابت نہیں کہ مشرکین مکہ اہل قبور کو سجدہ کرتے تھے قبروں کو تو یہود ونصاری سجدہ کیا کرتے تھے جیسا کہ سرور کائنات علیہ السلام نے فرمایا لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد (متفق علیہ مشکوۃ ص ۶۹) اللہ یہود نصاری پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ فرمان نبوی سے واضح ہوگیا کہ قبر پرست یہود نصاری تھے نہ کہ مشرکین مکہ اور آیت میں بتوں کو عباد امثالکم کیوں کہا گیا تفسیر ابن عباس (ص ۱۱۲) نے واضح کیا کہ اس کا مطلب ہے مخلوقون امثالکم وہ تمہارے جیسی مخلوق ہیں۔ ظاہر ہے کہ بت بھی ہماری طرح مخلوق ہیں گویا بت اسی طرح مخلوق ہیں جس طرح ہم۔

الجواب الثالث :۔ اگر آپ اس پر مطمئن نہیں ہو پائے تو تو بتائیں اس عدم استثناء کی وجہ سے ملائکہ بھی ان اموات غیر احیاء میں شامل ہیں یا نہ اگر شامل ہیں تو کیا وہ بھی واقعی بے جان ہیں۔ جنات وحضرت عیسی بھی شامل ہیں یعنی یہ بھی مردہ بے جان ہیں یا اسی طرح زندہ گمراہ اور جعلی پیر جو مریدوں سے خود کو سجدہ کراتے ہیں یا ہندوؤں کی معبود گائے اور ماتمیوں کا دلدل بھی اموات غیر احیاء میں شامل ہیں ظاہر ہے کہ آپ کہیں گے کہ نہیں تو فرمایئے ان کا استثناء کس دلیل سے کیا؟ جس دلیل سے تم ان کا استثناء کرو گے ہم بھی اسی سے اہل قبور کا استثناء کرلیں گے۔

الجواب الرابع :۔ اگر پھر بھی آپ کا اصرار ہے کہ عموم آیت میں انبیائے اولیا اور اہل قبور شامل ہیں تو آیت ہذا کا سیاق پڑھیں اور دیکھیں کہ اگلی دو آیات میں اللہ

کے قرآن نے اپنی مراد اپنے الفاظ میں واضح کر دی ہے۔ چنانچہ آیت (۱۹۵) پڑھیے ارشاد ربانی ہے الھم ارجل یمشون بھا ام لھم اید یبطشون بھا ام لھم اعین یبصرون بھا ام لھم اذان یسمعون بھا .

ترجمہ: کیا ان کے پاؤں ہیں جن کے ساتھ وہ چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں کیا ان کی ایسی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں۔

اس کے ذیل میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی راقم ہیں (تفسیر عثمانی ص ۳۰۵) جن بتوں کو تم نے معبود ٹھہرایا ہے گو ان کے ظاہری ہاتھ پاؤں آنکھ کان سب کچھ تم بناتے ہو لیکن ان میں وہ قوتیں نہیں جن سے انہیں اعضا کہا جا سکے۔

اس سے واضح ہوا کہ آیت ہذا سے مراد محض بت ہیں ۔ اور یہی تفسیر سب مفسرین حضرات نے بیان فرمائی ہے پھر آیت (۱۹۸) پڑھیں تو اس میں مکمل وضاحت سے بتا دیا گیا کہ وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے ہوتے۔ حضرت عثمانی (تفسیر عثمانی ص ۲۳۴ میں) ذیل آیت ہذا لکھتے ہیں یعنی بظاہر آنکھیں بنی ہوئی ہیں پر ان میں بینائی کہاں؟ یعنی جب بت تصویر یا مورت پر نظر کریں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بت ظاہری بنی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مگر حقیقت میں وہ کچھ دیکھ نہیں رہے ہوتے چنانچہ ثابت ہوا کہ ان اموات غیر احیاء سے مراد بت ہیں۔

تفسیر ابن عباس (ص ۱۱۲) میں ہے تراھم یا محمد یعنی الاصنام ینظرون الیک کانھم ینظرون الیک مفتحة اعینھم لا یبصرون اے محمد آپ ان کو یعنی بتوں کو دیکھیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے۔ (مثلہ جلالین جامع البیان و جملہ کتب تفسیر)۔ چنانچہ قران نے مراد ربانی کو خود واضح کر دیا ہے۔

الجواب الخامس:۔ پھر بھی اگر آپ مصر ہیں کہ ان آیات میں بوجہ عموم وعدم استثناء انبیاء واولیا اور سب اہل قبور شامل ہیں تو اس آیت کے عموم سے کیا انبیاء واولیاء اور جملہ اہل قبور کو داخل مانیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم (انبیاء پ ۱۷ ص ۹۷) یقیناً تم اور وہ جنکی تم عبادت کرتے ہوں سب جہنم کا ایندھن ہیں فرمایئے ہے کچھ ہمت کہنے کی؟ کہ جتنے مردے ہیں وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں؟

اور اگر اس عموم کے باوجود اس میں انبیاء، اولیاء، فرشتے شامل نہیں تو پھر اہل قبور بھی اس میں شامل نہیں لہذا واضح ہوا کہ مکی سورتوں میں جن معبودان باطلہ اہل مکہ کی تردید کی گئی ہے وہ بت ہیں اس لئے کہ مشرکین مکہ قبروں کی نہیں بلکہ بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے جن کی ان آیات میں تردید کی گئی ہے اس لئے یہ آیات بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو انبیاء واولیاء اور اہل قبور پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔

مستدل دوم:۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی (زمر پ ۲۴ ص ۴۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ موت کے وقت نفسوں کو قبض کر لیتا ہے اور جو نہ مریں ان کی نیند میں قبض کرتا ہے) پس روک رکھتا ہے اس کو جس کے بارے میں موت ٹھہرا دی اور دوسری کو مدت مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔

طرز استدلال:۔ واضح ہوا کہ موت کے وقت روح کا امساک ہو جاتا ہے اور وہ تا قیامت جسم میں واپس نہیں آ سکتی۔

الجواب:۔ اس آیت سے آپ کا نہیں بلکہ ہمارا مسلک ثابت ہوتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس میں توفی اور نفس کا لفظ ہے اور توفی کا معنی قبض کرنا اور پورا پورا لے لینا ہوتا ہے اس سے اخراج روح بالتصریح ثابت نہیں ہوتا اور انفس نفس کی جمع ہے اور لفظ نفس

جسم، روح اور روح مع الجسم یعنی زندہ انسان نیز ذات وقوت شہوانیہ اور خون۔ سانس اور دل پر بھی بولا جاتا ہے لہذا نفس کا معنی روح کرنے کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت ہے اور پورے قران میں ایک آیت بھی نہیں جس نے موت کی تعبیر بالتصریح اخراج روح سے کی ہو یہ تصریح صرف حدیث میں ہے اور جس طرح اخراج روح کی تصریح حدیث میں ہے اسی طرح اعادہ وعلاقہ روح کا ثبوت بھی حدیث سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے اس لئے یہ آیت روح وجسم کے تعلق اور اعادہ روح الی الجسد کی تردید نہیں کرتی بلکہ موت کے وقت روح کے قبض کو ثابت کرتی ہے اور وہ ہمارے مسلک کے عین مطابق ہے اور تا قیامت عدم تعلق کا دعوی قرآن سے ثابت نہیں ہوسکتا۔

اور ہمارا مسلک اس سے اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے جہاں قبض نفس اور توفی نفس (یا بتفسیر حدیث اخراج روح) فرمائی تو اس کو میت سے مخصوص نہیں فرمایا بلکہ نیند والے کی حالت کو بھی اس کے برابر کی توفی اور قبض قرار دیا۔ چنانچہ دوسرے مقام پر بھی فرمایا **وھو الذی یتوفکم باللیل** وہ وہ ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے۔

اور حدیث میں **النوم اخت الموت** فرمایا گیا اور اسی لئے سوتے اور جاگتے دعا میں موت کا لفظ استعمال کیا گیا **اللھم باسمک اموث واحی** اے اللہ میں آپ کے نام کے ساتھ مرتا اور جیتا ہوں اور جاگتے ہوئے پڑھا جاتا ہے۔ **الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور** حمد ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندہ فرمایا۔ لہذا ظاہر ہے کہ موت اور نیند میں باہمی ایک قوی نسبت وتعلق ہے اور مشابہت گویا بوقت توفی موت ونیند دونوں کی حالت مشابہ ہوتی ہے۔ اس لئے نیند کو موت سے تعبیر کیا گیا اور دونوں (موت ونیند) کے واقع ہونے کو توفی اور قبض سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ وجہ کیا ہے جس بنا پر میت اور نیند والا باہم مشابہ ہیں تو

ظاہر ہے کہ جس طرح نیند والے پر حالات وارد ہوتے ہیں۔ وہ خواب میں خود کو چلتا پھرتا بولتا اور کھاتا پیتا اور خوشی اور غمی میں نظر آتا ہے اسی طرح مردہ بھی خود کو زندہ محسوس کرتا ہے جیسا کہ بخاری باب قول المیت وھو علی الجنازۃ میں ہے کہ نیک مردہ کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو اور برا کہتا ہے ہائے افسوس مجھے کدھر لے جارہے ہو آپ نے فرمایا یسمع صوتہ کل شئی الا الانسان اس کی آواز انسان کے بغیر ہر چیز سنتی ہے اگر انسان سن لے تو ڈر جائے۔ اور نیند والا اٹھکر اپنی پوری کیفیت بتا دیتا ہے اسی طرح جب مردے قبروں سے اٹھیں گے تو وہ بھی کہیں گے کہ یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا (سورۃ یٰسٓ) ہائے افسوس ہمیں کس نے نیند سے بیدار کر دیا گویا مردہ قبر سے جب اٹھے گا تو یوں سمجھے گا کہ میں نیند میں تھا اور میرے ساتھ قبر میں جو حالات گزرے وہ خواب کی طرح تھے۔

چنانچہ امام کشمیری فرماتے ہیں ثم فی الحدیث النوم اخت الموت ومعلوم ان النائم یری امورا وتمضی علیہ حالات (فیض الباری ص۴۹۲ ج۲) پھر حدیث میں ہے کہ نیند موت کی بہن ہے اور ظاہر ہے کہ نیند والا کچھ چیزیں دیکھتا ہے۔ اور اس پر حالات گزرتے ہیں۔

فرمان حیدری

عن علی فخرج الروح عند النوم ویبقی شعاعھا فی الجسد فبذالک یری الرؤیا تفسیر نسفی ص۳۲) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نیند کے وقت روح نکل جاتی ہے اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے اس لئے وہ خواب دیکھتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت بھی روح کا تعلق باقی رہتا ہے (گو روح نکل بھی جاتی ہو)۔

حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں فثبت ان الموت والنوم من جنس واحد

(تفسیر کبیر ج ۷،ص ۲۶۶) پس ثابت ہو گیا کہ موت اور نیند ایک جنس سے ہیں۔
اب فرمائیں کہ آیت سے تو ثابت ہوا اور اسلاف مفسرین نے بیان فرمادیا کہ جس طرح نیند والے کی روح وجسم کا تعلق ہوتا ہے اسی طرح میت کا بھی ہوتا ہے اور نیند والا نیند میں مثل میت ہوتا ہے۔ اور نیند والے پر جس طرح واردات آتے ہیں اسی طرح میت پر بھی آتے ہیں مگر نیند والا ارسال روح کی وجہ سے ظاہر کردیتا ہے اور میت نہیں کرسکتا اور دونوں کی حالت دوسروں کو نہیں معلوم ہوسکتی صرف انہیں خود کو معلوم ہوتی ہے چنانچہ نیند والا بلانے کے وقت حالت نیند میں سنتا ہے اور بوجہ ارسال اٹھ جاتا ہے اور موت والا گو سن لیتا ہے مگر بوجہ امساک اٹھ نہیں سکتا۔ اور واضح رہے کہ اس حیات کا مطلب روح کا مکمل جسم میں داخل کر کے حسی طور پر زندہ کردینا مراد نہیں ہے بلکہ میت کی زندگی غیر محسوس اور مخفی ہوتی ہے جس کا علم دوسروں کو نہیں ہوسکتا۔

مستدل سوم:۔ وما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمت ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور (سورۃ الفاطر آیۃ ۱۹تا۲۱،پ ۲۲) اور برابر نہیں اندھا اور دیکھنے والا اور نہ اندھیرے اور روشنی اور نہ سایہ اور نہ دھوپ اور برابر نہیں زندے اور نہ مردے بلاشبہ اللہ تعالی جسے چاہے سنائے آپ نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہے۔

طرز استدلال:۔ ان سب چیزوں کی باہمی مقابلہ اور تضاد کی نسبت ہے تو معلوم ہوا کہ زندہ اور مردہ کی بھی تقابلی نسبت ہے تو زندہ سنتا، چلتا، پھرتا، اور کھاتا پیتا ہے معلوم ہوا کہ مردہ ان سب چیزوں سے محروم ہے لہذا مردہ نہ سنتا ہے نہ چلتا پھرتا ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی زندگی ہے۔

الجواب:۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں زندہ اور مردہ سے مراد چلتے پھرتے اور سنتے بولتے مردے اور زندے ہی مراد ہیں۔ اور من فی القبور کے عدم سماع سے مراد بھی

سماع نافع کی نفی ہے نہ کہ مطلق سماع کی کیونکہ ان چلتے پھرتے مردوں (کافروں) کو مردوں سے عدم قبول ہدایت میں مشابہت دی گئی ہے عدم سماع میں نہیں۔ اس لئے کہ یہ مردے (کفار) سنتے تو ہیں لیکن سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ اور اگر قبر والے بالکل نہ سنتے ہوتے اور ان میں بالکل حیات نہ ہوتی تو ان سے کفار کو مشابہت دینا ہی صحیح نہیں بن سکتا اس لئے کہ کفار سنتے ہیں مگر قبول نہیں کرتے جس طرح مردے سے کلام کرنا بے سود ہے اس لئے کہ وہ سنکر اس پر عمل نہیں کرسکتا اسی طرح کافر سے بھی بے فائدہ ہے کہ وہ اگرچہ سنتا ہے مگر عمل نہیں کرتا اور نفع نہیں اٹھاتا۔

چنانچہ مفسرین فرماتے ہیں (تفسیر ابن عباس ص ۲۷۰) پر ہے **وما یستوی الاحیاء ولا الاموات یعنی الکافر والمؤمن ...... وما انت بمسمع بمفهم من فی القبور من کانهم فی القبور** کا معنی ہے کہ آپ انہیں نہیں سمجھا سکتے جو قبروں میں ہیں یعنی گویا کہ وہ قبروں میں ہیں۔

(روح المعانی ص ۱۹) **شبهوا بالموتی لانهم لاینتفعون بما یتلی علیهم** ان کفار کو مردوں سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس سے نفع نہیں اٹھاتے جو ان کے سامنے تلاوت کی جائے

(تفسیر نسفی ص ۱۸۵، ج ۵) میں ہے **شبه الکفار بالموتی حیث لا ینتفعون بمسموعهم** کفار کو مردوں جیسا اس لئے کہا گیا کہ وہ اپنے سننے سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

(جلالین ص ۳۶۴) پر ہے **وما یستوی الاحیاء ولاالاموات المومنون والکفار ...... شبههم بالموتی فلا یجیبون** اور برابر نہیں زندہ اور نہ مردہ یعنی مومن اور کافر ان کو مردوں سے تشبیہ دی اس لئے کہ وہ قبول نہیں کرتے۔

اور اگر سیاق آیت کو دیکھ لیں تو قران نے اپنی مراد خود واضح کر دی ہے فرمایا **ان انت الا نذیر** آپ تو صرف نذیر ہیں (یعنی ڈر کی بات سنانے والے) ہیں اس سے

واضح ہوگیا کہ اس آیت کے مفہوم سے آپ کا مدعی ثابت نہیں ہوتا فرمایا ان تسمع الا من یؤمن بآیاتنا وھم مسلمون. آپ صرف ان کو سنا سکتے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں معلوم ہوا کہ اس مقام پر مردوں سے مراد کافر ہیں جو روحانیت کے اعتبار سے مردے ہیں اور اگر اس سے میت مراد لو تو معنی بنے گا کافر مردہ نہیں سنتا۔ مومن و مسلم مردہ سنتا ہے۔ چنانچہ واضح ہوگیا کہ اس آیت میں کفار کو مردوں کے مشابہ قرار دیا گیا اسی طرح مردے سن کر فائدہ نہیں اٹھاتے گویا انہوں نے سنا ہی نہیں اسی طرح کافر ہیں جن کا سننا نہ سننا برابر ہے۔

سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون برابر ہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لاتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا مر کان لم یسمع وہ ایسے گزر گیا جیسے اس نے سنا ہی نہیں، ظاہر ہے کافر سنتا تو ہے عمل نہیں کرتا۔ تو اس عدم سماع سے مراد سماع نافع کی نفی ہے مطلق سماع کی نہیں اسی طرح مردے کے سماع کی نفی نہیں نفع اٹھانے کی نفی ہے۔

مستدل چہارم:۔ واذا النفوس زوجت (تکویر آیت ۷، پ ۳۰) جب نفسوں کو جوڑا جائے گا۔

طرز استدلال:۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ جسموں اور روحوں کو قیامت میں جوڑا جائے گا لہذا ثابت ہوا کہ اس وقت روح اور جسم کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔

الجواب:۔ مفسرین نے اس آیت کی متعدد تفاسیر بتائی ہیں۔

چنانچہ (تفسیر ابن عباس ص ۳۸۲) پر ہے قرنت بالازواج ویقال قرنت بقرینھا المؤمن بحور العین والکافر بالشیاطین والصالح بالصالح والفاجر بالفاجر ہر ایک اپنے جوڑوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور کہا جاتا ہے اپنے ساتھی کیساتھ یعنی مومن جنتی حوروں سے اور کافر شیطانوں سے اور نیک نیک سے اور بُرا بُرے سے۔

تفسیر فاروقی :عن عمر رجلان یعملان العمل الواحد مراد وہ دو آدمی ہیں جو ایک عمل کیا کرتے تھے (تفسیر طبری ص۴۴ ج ۱۲) یعنی نمازی نمازیوں کے ساتھ چور چوروں کے ساتھ جوڑے جائیں گے۔

وعن قتادة ......قال لحق کل انسان بشیعته الیهودی بالیهودی والنصرانی بالنصرانی حضرت قتادہ فرماتے ہیں ہر انسان اپنے گروہ کے ساتھ ملا دیا جائے گا یہودی یہودی سے نصرانی نصرانی سے۔

تفسیر کبیر، جامع البیان ابوالسعود میں تقریباً چھ چھ تفسیری معانی بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ روحوں کو جسموں سے جوڑا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ تفسیر قطعی نہیں اس میں چھ احتمال ہیں جو اسلاف سے منقول ہیں۔

اور یہ تفسیر بھی ہمارے خلاف نہیں اس لئے کہ مکمل دخول روح اور اس کا کامل عمل جو حسی طور پر معلوم ہو گا وہ قیامت ہی میں ہو گا۔ قبر میں تو کمزور درجے کی زندگی ہے جو صرف میت کو محسوس ہوتی ہے دوسرے کو نہیں۔

چنانچہ علامہ عثمانی راقم ہیں یعنی کافر کافر کے ساتھ مسلم مسلم کے ساتھ پھر ہر قسم کا نیک یا بد عمل کرنے والا اپنے عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔

یا یہ مطلب ہے کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا گویا یہ ایک مرادی معنی ہے دلالت قطعی سے ثابت نہیں ورنہ صاف ہوتا واذاالارواح زوجت بالاجساد یعنی جب روحوں کو جسموں سے جوڑا جائے گا گویا آیت بالتصریح عدم حیات فی القبر پر دلالت نہیں کرتی۔

ضروری وضاحت

مخالفین نے ان آیات کے علاوہ کچھ دوسری آیات سے بھی استدلال کیا ہے مگر ان آیات سے قطعی طور پر تو کیا موہوم انداز سے بھی ان کے باطل عقیدے کا اشارہ

نہیں ملتا جس سے ثابت ہو کہ مردہ کی روح کا قبر میں جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا اور جہاں سے بھی انہوں نے کوئی استدلال کیا ہے قیاس سے کیا ہے اور قیاس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا اس کے برعکس قرآن نے قبر والوں کیلئے من کا لفظ استعمال کیا ہے ان اللہ یبعث من فی القبور یا اصحاب کا لفظ استعمال فرمایا کما یئس الکفار من اصحاب القبور اور ظاہر ہے کہ من اور اصحاب دونوں لفظ زندہ اور ذوی العقول کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور بے جان اور بے شعور کیلئے ما کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس لئے اجزائے انسانیہ کے جمع کرنے کے بارہ میں ارشاد فرمایا۔

اذا بعثر ما فی القبور کا لفظ فرمایا اس لئے کہ اجزائے انسانیہ منتشرہ کا حکم بے جان والا ہوگا اور ان کے مجموعہ اور متعلق بالروح ہونے کو من سے تعبیر کیا۔

مستدلات منکرین پر طائرانہ نظر

مستدل و جواب (۱) واقعہ عزیر علیہ السلام:۔ واقعہ عزیر علیہ السلام سے عدم تعلق روح اور عدم سماع کا استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ

(۱) بذات خود وہ موت موت عارض تھی نہ کہ موت اجل تھی یہ موت ایسی تھی جو ایک خاص دنیوی عرصہ کے ساتھ مخصوص تھی اور دوبارہ دنیوی زندگی نے ملنا تھا اور اس موت کا جزاء وسزاء سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور موت اجل کے بعد دنیا میں واپسی نہیں ہوتی وہ عالم برزخ میں ہی رہتا ہے جو زمین میں کھودی ہوئی قبر کے اندر قائم ہوتا ہے جس سے اہل دنیا کا رابطہ نہیں ہو سکتا (مگر معجزہ اور کشف و کرامت کے طور پر) اور موت اجل کے بعد دفن کرتے ہی متصل اور فوراً جزاء وسزاء اور سوال و جواب کا قبر میں سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

الیوم تجزون عذاب الھون آج تمہیں رسوا کرنے والا عذاب دیا جائے گا۔

اور یہ عذاب قبر ہی ہے جہنم والا عذاب نہیں ہے کیونکہ قیامت کو غدا (کل) کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے ولتنظر نفس ماقدمت لغد اور ہر نفس دیکھ لے کہ

اس نے کل کیلئے کیا بھیجا ہے۔

اس لئے حضرت عزیز کی عارضی موت پر موت اجل کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) خود قرآن نے ان کے سو سال تک حالت میت میں رہنے کا اعلان فرما دیا ہے۔

(۳) آپ کو کسی نے نہ دیکھا نہ آپ کے پاس کوئی پہنچا اور اللہ نے سردیوں گرمیوں وغیرہ کے نظام سے آپ کو صرف نہیں بلکہ آپ کے پانی اور غذا (پھل فروٹ وغیرہ) کو بھی اسی طرح محفوظ رکھا اور اگر آپ کے دعوی کے مطابق لوگ آئے تو فرمائیے انہوں نے آپ کو دفن کرنے کا اپنا فریضہ کیوں نہ ادا کیا اور اس پھل اور جوس کو کیوں استعمال نہ کیا؟

البتہ آیت سے یہ استدلال برحق ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اس لئے آپ کو پتہ نہ چل سکا اور یہ پتہ اصحاب کہف کو بھی نہ چلا کہ کتنا عرصہ کہف میں سوئے رہے اور قیامت میں جب اللہ تعالیٰ پوچھیں گے **کم لبثتم فی الارض عدد سنین** کہ تم زمین میں کتنا عرصہ زندہ رہے تو وہ بھی کہیں گے **یوما او بعض یوم** ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔

معلوم ہوا کہ پتہ نہ چلنا یہ کوئی عدم حیات کی قطعی دلیل نہیں ہے کبھی زندہ کو بھی پتہ نہیں چلتا۔

حضرت امیر شریعت خطاب کرتے تو لوگوں کو وقت گزرنے کا پتہ نہ چلتا اچانک اذان آتی تو حیرانی سے کہتے کیا پوری رات گزر گئی۔

مستدل وجواب (۲): ۔**قیل ادخل الجنة** کہا گیا جنت میں داخل ہو جا سے ہمارا مسلک ثابت ہوتا ہے نہ کہ تمہارا جناب سرور کائنات کا ارشاد **القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار** قبر جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا ہے۔

اس لئے جب وہ مرکر گئے تو قبر جنت بن گئی اور جلالین میں ہے **قیل ادخلها حیا** ایک تفسیر یہ بھی ہے اسے زندہ (اٹھا کر) جنت میں داخل کر دیا گیا

مستدل وجواب (۳):۔ یوم یبعث حیا (جس دن ان کو اس حال میں اٹھا یا جائے گا کہ وہ زندہ ہوں گے) سے ہمارے مسلک کا رد ہوتا ہے اور نہ آپکے عقیدہ کا ثبوت اس لئے کہ قبر کی زندگی اگر چہ روح وجسد کے تعلق کے ساتھ ہوتی ہے اور انبیاء کی عوام بلکہ شہداء سے بھی اعلی مگر وہ حسی اور ظاہری نظر سے نظر آنے والی نہیں ہوتی سو اس حیات کا آیت میں انکار نہیں ہے آیت کا مفہوم صرف یہ ہے کہ جب وہ اٹھائے جائیں گے تو زندہ ہونگے یہ اٹھائے جانے کا حال بیان کیا گیا یہ نہیں کہ اس وقت زندہ کئے جائیں گے اور اس سے پہلے ان میں زندگی بالکل نہ ہوگی بلکہ زندگی تو اگر چہ پہلے ہوگی مگر اٹھایا بعثت کے وقت میں کیا جائے گا اور اگر اس وقت زندہ کیا جانا مراد ہوتا تو دونوں جملے فعلیے ہوتے اور عبارت اس طرح ہوتی یوم یحیی فیبعث جس دن زندہ کیا جائے گا پس اٹھایا جائے گا۔

اور اگر وہ معنی بھی لیا جائے جو مخالف کرتے ہیں تو بھی ہمارے عقیدے اور مسلک کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ قیامت میں روحانی جسمانی کامل حیات کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور وہ اس قدر کامل حیات ہوگی کہ دنیوی حیات اس کے مقابلے میں کمزور ہے جو کٹنے اور جلنے سے ختم ہو جاتی ہے مگر آخرت میں جو انسان جہنم میں جل رہے ہوں گے ان کو موت نہ آئے گی اور جلنے کے باوجود زندہ رہیں گے

مستدل وجواب (۴):۔ ثم انکم بعد ذالک لمیتون ثم انکم یوم القیامة تبعثون ترجمہ: پھر تم اس کے بعد مر جاؤ گے پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے

اس سے بھی آپ کا عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ ثم انکم یوم القیامة تحیون فتبعثون یعنی تمہیں قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا پھر اٹھایا جائے گا اور لفظ بعث زندہ کے لئے بولا جاتا ہے قران مجید میں جہاں بھی لفظ بعث بولا گیا ہے زندوں کیلیے بولا گیا ہے جیسا کہ طالوت کے بارے میں فرمایا ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا اس نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر

کیا ہے۔ تو اس کا معنی یہ نہیں کہ اللہ نے طالوت کو کو زندہ کر کے بادشاہ بنا دیا ہے بلکہ طالوت پہلے سے زندہ تھے۔

میاں بیوی کے تنازع کو ختم کرنے کیلئے قرآن نے فرمایا فابعثوا حکما من اهله و حکما من اهلها ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کرو۔

اس میں بھی ظاہر ہے کہ جن کے بعث کے بارے میں فرمایا جارہا ہے وہ پہلے سے زندہ ہیں اس لئے بعث جو قیامت میں ہوگا اس میں بھی یہی ہے کہ قبروالے اگرچہ ایک خاص زندگی کی حالت میں ہونگے اور پھر نفخۂ اولی میں ان پر غشی طاری ہوگی تو ان کو کمزور حیات اور غشی کی صورت سے حیات کامل کے ساتھ اٹھایا جائے گا جیسا کہ جب بجلی تھوڑی ہو تو اگر کوئی پوچھے بجلی ہے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ بجلی نہیں کہا یہ جاتا ہے کہ بجلی تو ہے مگر تھوڑی ہے اور پھر جب بجلی پوری آجائے تو بجلی آگئی ہے کے کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پوری بجلی آگئی ہے اسی طرح روح وجسم کا تعلق اور کرنٹ تو پہلے سے ہوتا ہے مگر قیامت کے وقت حیات کامل کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

مخالفین کے دیئے ہوئے مغالطے اور ان کا جواب

پہلا مغالطہ:۔ اللہ تعالی قرآن میں ہر جگہ فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد کسی فرد بشر میں جان کی رمق باقی نہیں رہتی۔

الجواب:۔ یہ ایک ایسا دعوی ہے جس کا کوئی وجود نہیں اس لئے کہ قران کی کسی ایک آیت کا یہ ترجمہ یا مفہوم نہیں بنتا اگر ہے تو لاؤ جس کا ترجمہ آپ کے یہی الفاظ بنتے ہوں یہ قرآن پر سراسر بہتان عظیم اور افتراء خالص ہے۔

دوسرا مغالطہ حیات بعد الممات کا نظریہ وحی الٰہی کے معارض ہے (تبیین الحق ملخصا ص ٦)

الجواب یہ بات سراسر غلط ہے کہ ہمارا عقیدہ معارض قرآن ہے بلکہ حیات اموات اشارات قرانیہ سے ثابت ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ معارض وحی تو ان لوگوں کا

عقیدہ ہے جو حیات بعد الوفات کے منکر ہیں جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اشارات قرآنیہ اور تصریحات نبویہ سے حیات بعد الوفات قبر میں ثابت ہے۔

تیسرا مغالطہ:۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج ملت کے اندر عقیدہ کا مسئلہ دو گروہوں میں اختلافی بنا ہوا ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ روح نکل جانے کے بعد سوال وجواب کے وقت قبر کے اندر واپس آجاتی۔ اور دوسرا گروہ علماء، جو موت کے بعد سے قیامت سے پہلے تک دنیاوی حیات وسماع کا انکاری ہے (ایمان خالص ص ۳۷۲، ج ۲)

الجواب:۔ اس سے ہٹ کر کہ انتشار پر لاکھ لاکھ شکر کیوں ہے؟ اور دکھ اور افسوس کیوں نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ صرف ایک گروہ حیات قبر کا قائل نہیں بلکہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات قبر کو وضاحت سے بیان کیا اور پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر میں انسان کو زندگی حاصل ہوتی ہے جس سے وہ قبر میں راحت یا عذاب محسوس کرتا ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔

جیسا کہ گزر چکا ہے البتہ دوسرا گروہ ایک گمراہ گروہ ہے جن کو علماء کہنا علم کی توہین ہے اس لئے کہ وہ فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف صرف عقیدہ ہی نہیں رکھتا بلکہ اس عقیدہ والے کو مشرک وکافر کہتا ہے (جو قرآن وحدیث کی تصریحات سے ثابت ہے)

چوتھا مغالطہ: قبر میں حیات اور عرض اعمال پر مصر گروہ ابن تیمیہؒ کا فیصلہ لا کر ثابت کرتا ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کا عقیدہ صحیح نہ تھا (ایمان خالص ص ۳۷۲)

الجواب:۔ ابن تیمیہؒ یا کسی ایک عالم نے نہیں خود ذات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات قبر کی تصریح فرمادی ہے اور ام المومنین سیدہ صدیقہؓ سمیت پورے صحابہ کرام اور امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قبر میں مردہ کو ایک خاص حیات دیکر اسے راحت یا عذاب کے مراحل سے گزارا جاتا ہے وہ روایات جن کو حضرت صدیقہؓ نے آنحضرت سے روایت کیا ہے مردے کی حیات قبر کو صرف ثابت نہیں کرتی بلکہ واضح بھی کرتی ہیں کیونکہ ان کے (**انهم ليعلمون الان ان ما كنت اقول لهم حق** (بخاری

باب ما جاء فی عذاب القبر) وہ بلاشبہ اب جانتے ہیں کہ میں جو ان سے کہا کرتا تھا وہ حق و سچ تھا) کے جملے اس بات کی بین دلیل ہیں کہ وہ زندہ تھے اور عذاب قبر میں مبتلا تھے اور اس وقت جان رہے تھے کہ حضور کا فرمان سچا تھا اور ہم نے اس کا انکار کر کے خود کو خسارے میں ڈالا گویا ان کو اس قدر مضبوط زندگی حاصل تھی کہ وہ جان رہے تھے اور سماع سے تو علم والی زندگی زیادہ قوی ہوتی ہے رہی یہ بات کہ صحابہ کرام اور امت کے بعد والے افراد نے موقعہ پر موجود ہونے کی وجہ سے روایت ابن عمر کو ترجیح دی کہ صدیقہ اس موقعہ پر نہ تھیں۔

اور مسئلہ سماع وعدم سماع بذات خود اہل حق کے نزدیک مختلف فیہ ہے دونوں طرف اکابرین ہیں اسلئے مسئلہ اصولی نہیں بلکہ فروعی ہے۔ قائل سماع اور عدم سماع دونوں برابر کے سچے مسلمان ہیں اور منکرین سماع بھی ان مواقع کے سماع کے قائل ہیں جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں اور ہر وقت سننا تو ذات ربانی کا خاصہ ہے مگر حیات اور راحت وعذاب قبر کے حق ہونے۔ ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

پانچواں مغالطہ: قران کا رشاد ہے کہ قیامت سے پہلے ارواح اپنے جسموں میں نہیں جا سکتیں۔ (عذاب برزخ ص ۲۲)

الجواب:۔ یہ قرآن پر نرا بہتان ہے اور صریح جھوٹ ایک آیت پیش کریں جس کا یہ ترجمہ بنتا ہو۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ مردہ دنیا میں واپس نہیں آ سکتا۔

چھٹا اور ساتواں مغالطہ:۔ اس حدیث ان ھذہ القبور مملؤة ظلمة سے یہی دنیاوی قبر مراد لی جائے تو ایک ایک قبر میں بے حساب مردے دفن ہوتے ہیں کوئی نیک کوئی بد ہر ایک کو اس نور سے فائدہ پہنچے گا۔ (عذاب برزخ ص ۲۱)

الجواب:۔ موصوف کو بخاری کی حدیث کے انکار کی ظاہری جرءت تو نہ ہو سکی اس لئے اپنی ایک بودی اور غلط تاویل کے ذریعہ حدیث کے مفہوم کو بدلنے کی ناکام کوشش کی ورنہ جب آپ نے قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھی اور وہیں فرمایا کہ یہ قبریں

اندھیرے سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اللہ تعالی انہیں میری دعا سے روشن کر دیتا ہے۔تو واضح ہو گیا یہی قبر مراد ہے جو روشن ہوتی ہے پھر ایک اور مغالطہ دینے کی کوشش کی اور اپنی نارسا عقل کے ذریعہ حدیث کو رد کر دیا کہ ایک قبر میں اچھے برے ہزاروں لوگ ہوتے ہیں تو ہر ایک کو اس نور سے فائدہ پہنچے گا پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک قبر میں عموما ایک مردہ دفن کیا جاتا ہے اور اگر ہزاروں بھی ہوں تو جو روشنی کا اہل اور ایماندار ہوگا اسے ہی پہنچے گی نہ کہ دوسروں کو کتنا بڑی جسارت اور بدنصیبی ہے کہ انسان اپنی عقل سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا رد کر دے۔

جیل میں قیدی بھی ہے اور افسر جیل بھی مگر افسر کی راحت کا قیدی کو کوئی فائدہ نہیں اور قیدی کی تکلیف کا افسر کو کوئی نقصان نہیں ہے۔جبکہ دونوں ایک جگہ میں ہیں۔جیسے آگ ایک ہی ہے ابراہیمؑ کیلئے گلزار اور نمرودیوں کیلئے عذاب اور جلانے والی ہے۔چھری اسماعیلؑ کی گردن پر کند ہے اور دنبے پر تیز۔یہ نظام ربانی ہے بندے کا نہیں۔اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہی قبر مومن کیلئے روشن اور کافر کیلئے تاریک ہو۔

آٹھواں مغالطہ: ۔ان ساری حدیثوں نے بتادیا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پاجاتا اس کو حسب حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس جسم اور روح کے مجموعے پر سوال وجواب اور عذاب وثواب کے سارے حالات گزرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے قران مجید احادیث کا بیان تو یہ ہے مگر کچھ دوسرے حضرات اس بات پر مصر ہیں کہ نہیں ہر مرنے والے کی روح اسی دنیاوی جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور یہی جسم قبر میں پھر زندہ ہوجاتا ہے۔اگر کہا جائے کہ مردہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ اسے جلا کر خاکستر کر دے تو جلا دیا جانے والا تو عذاب سے بچ گیا اس کے دونوں کانوں کے درمیان گرز کیسے مارا جائے گا۔اللہ کی قدرت اور ان **اللہ علی کل شئی قدیر** کا سہارا لیا جاتا ہے۔

(عذاب برزخ ص ۹ تا ۱۰)

الجواب:۔ اس پوری ملحدانہ عبارت میں کئی مغالطے دیئے گئے ہیں۔ اور پہلا اور حقیقی سچ یہ ہے کہ احادیث کی آڑ میں بذات خود موصوف نے صریح جھوٹ بولا اور کذب کے ساتھ افتراء علی النبی کیا ہے۔ اور دوسرا سچ یہ ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور صریح الفاظ میں فرمایا ہے کہ قبر میں میت کی روح کا جسم میں اعادہ کر کے (اسے زندہ کیا جاتا ہے اور) اور اس سے سوال و جواب کئے جاتے ہیں اور پھر ایمان والا جو سوال و جواب میں کامیاب ہو جاتا ہے اس کو قبر میں جہاں وہ دفن ہوتا ہے راحت و سکون ملتا ہے اور جو کافر یا منافق ہوتا ہے قبر میں صحیح جواب نہیں دے سکتا اسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ موصوف نے چند ایک احادیث نقل کر کے مغالطے دیئے ہیں جن میں ایک وہ حدیث نقل کی ہے جس میں عمرو بن لحی کا جہنم میں دکھایا جانا بیان ہوا۔ جس میں نہ تو قبر کا حال دکھایا گیا ہے اور نہ برزخ کا۔ اس میں مستقبل کے اندر عمرو بن لحی کے جہنم کے اندر جانے کا واقعہ کو قبل وقوع ایک منظر کی شکل میں دکھایا گیا ہے کہ اس کے ساتھ جہنم میں اس طرح ہوگا۔

دوسرا آپ کا مشہور خواب جس میں حالات عذاب دکھائے گئے تیسرا واقعہ وفات ابراہیم ابن رسول اور مرضعہ جنت اور آپ کا وفات کے قریب الرفیق الاعلی کہنا۔ مگر ان میں سے کسی ایک روایت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے کہ ان مردوں کو زمینی قبور میں یہ حالات پیش نہیں آتے اس کے برعکس واقعات عذاب قبر اور احادیث سے انہیں زمینی قبروں میں عذاب کا ذکر آچکا ہے جو صراحۃ زبان نبوی سے ثابت ہیں اس لئے عقلی اختراع سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو رد کرنا کسی ایک گناہ گار مسلمان کا کام بھی نہیں ہے۔ کہ اس قبر کا انکار کردے جسے خدا اور رسول نے قبر قرار دیا اور بزبان پیغمبر بتا دیا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ ان صریح فرامین کے بعد کم از کم حیات قبر اور اس کی راحت و عذاب کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ موصوف نے اس عبارت میں چند مغالطے دیئے ہیں۔

(۱) ہر مرنے والے کو ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس روح اور جسم کے مجموعے پر سوال و جواب اور راحت وعذاب کے سارے حالات گزرتے ہیں۔

جواب ۱ :۔ کسی ایک حدیث میں جسم برزخی کا نام نہیں ہے اور موصوف کی یہ اپنی من گھڑت اصطلاح ہے جو اسلامی عقیدہ حیات کے مقابلے میں گھڑی گئی ہے ورنہ ثابت ہو چکا کہ قرآن وسنت کے نزدیک اس جسم کو روح کے تعلق کے ساتھ راحت و عذاب دیا جاتا ہے اور دوسرے جسم کی جزاء وسزاء کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی طرف دہرے ظلم کی نسبت ہے۔ ایک تو وہ جسم جس نے دنیا میں برائیاں کیں اس کو سزاء نہ ملی دوسرا یہ کہ ایک بے قصور جسم کو عذاب میں دھرلیں یعنی کرے کوئی بھرے کوئی۔ لھذا یہ عقیدہ ملحدانہ عقیدہ ہے اہل اسلام کا عقیدہ نہیں ہے

جواب ۲ :۔ یہی سے کیا مراد ہے نیا جسم برزخی اس کی قبر بنتی ہے یہی کا اشارہ اگر جسم برزخی کی طرف ہے تو مطلب یہ بنے گا کہ یہ جعلی جسم ظرف بھی ہے مظروف بھی۔ یعنی معذب بھی ہے مقام عذاب بھی جبکہ قبر صرف اور صرف یہی ہے جو نبی پاک نے قرار دی اور اصلی ونقلی قبر کی تقسیم بے معنی ہے کیونکہ اللہ کے قرآن وحدیث نبوی میں صرف ایک ہی زمینی قبر کا ذکر ہے اور کسی کا نہیں۔

جواب ۳ :۔ قرآن اور حدیث نے اس زمینی قبر میں حیات اموات کو بیان کیا ہے کسی دوسری میں نہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمادی ہے کہ روح کا جسم کی طرف اعادہ ہوتا ہے اور مردہ اٹھ کر بیٹھتا ہے۔ اسلئے ہمارا یہ اصرار نہیں بلکہ یہی فرمان نبوی ہے۔

ہماری نظروں میں مردہ جس حال میں بھی ہو خود کو زندہ اور پورا انسان نظر آتا ہے اور اسے گرز لگتے نظر آتے ہیں۔ اور یہ عالم برزخ کا معاملہ ہے اور ہزاروں نظام قدرت پردہ میں غیر مرئی (نہ دکھائی دینے والے) انداز سے چل رہے ہیں جو ہمیں نظر

نہیں آتے اگر چہ وہ ہمارے سامنے ہی کیوں نہ ہوں سوچئے آخر زمین میں کوئی کام تو ہورہا ہے جس سے کھیتیاں اور درخت پھل، پھول پیدا ہو کر پک رہے ہیں اور ہمیں ان میں سے کوئی کام ہوتا نظر نہیں آتا پانی جڑوں کے ذریعہ درخت کے آخری پتا میں گھوم رہا ہوتا ہے مگر ہمیں یہ عمل نظر نہیں آتا پھلوں میں زمین سے جا کر پانی پہنچتا ہے پھر اس کے مختلف حالات خام نیم پختہ اور پختہ آتے ہیں ہمیں ان کی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا درخت زمین سے غذا لیتے ہیں ہمیں پتا نہیں چلتا اسی طرح قبر کے مراحل آتے ہیں مگر ہمیں انکا پتا نہیں چلتا اور یہی نظام قدرت دیکھ کر نبوی ارشاد پر یقین رکھنے والا اپنی عقل سے انکار نہیں کر سکتا اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ چونکہ اللہ کے رسولؐ نے اسی قبر میں عذاب کا تذکرہ فرمادیا ہے جہاں جسم یا اس کے ذرات ہیں بتانے والے اللہ کے نبی ہیں اور ہمیں حکم ہے ایمان بالغیب کا اس لئے ہم اپنی آنکھ اور عقل پر نہیں بلکہ نبی پر یقین رکھتے ہوئے حق و سچ کو مانتے ہیں۔ پھر موصوف کو ہمارا ایک بڑا عیب ملا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ماننے کیلئے ان اللہ علی کل شیئ قدیر کا سہارا لیتے ہیں۔

ہم ان اللہ علی کل شیئ قدیر پر سہارا اسلئے لیتے ہیں کہ ہمارا ایمان خدا کی قدرت پر ہے اپنی عقل ونظر پر نہیں جس کا ایمان عقل ونظر پر ہے بے شک وہ قدرت خداوندی پر سہارا اور بھروسہ نہ کرے عقل سے خدا اور رسول کے فرمان رد کر کے اپنی عاقبت سنوارتا رہے۔ ہم تو بطور ایمان بالغیب نبوی فرمان پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول نے جب اسی قبر میں اس جسم کو راحت وعذاب دیئے جانے کے بارے میں بتادیا ہم کہتے ہیں اللہ قادر ہے جو چاہے کرے ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کی تائید میں یہ جملے کہے ہیں جس سے آپ کو تکلیف ہوئی ہے۔

نواں مغالطہ: جس کو جلا کر راکھ کر دیا جائے یا اس کے بعض ٹکڑوں کو دفن کیا گیا اس کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا (عذاب برزخ ص ۱۰)

الجواب:۔ یہ بات محض عقلی ڈھکوسلہ اور لادینی ذہن کی پیداوار ہے ورنہ یہ کام

رب نے کرنا ہے کسی اور نے نہیں پھر اگر ہم کہیں گے ان اللہ علی کل شئی قدیر تو آپ کا ذہنی توازن خراب ہونے لگ جائے گا۔ ان ٹکڑوں یا راکھ کا اکٹھا کرنا اور اٹھا کر بٹھانا رب کا کام اور نظام ہے جو اس کے دوسرے نظاموں کی طرح سمجھ نہیں آ سکتا اس پر تو ایمان بالغیب ہی چاہئے ۔ ورنہ تو ملائکہ، آخرت، وجود جنات وغیرہ اور روح کا انکار کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے اپنے جسم کو جلا کر راکھ کر دینے کی وصیت کی تو اللہ نے اس کے جسم کے ذرات کو اکٹھا فرمایا اور ان سے روح کا تعلق قائم کر کے پوچھا تو نے یہ کیوں کیا اس نے عرض کیا کہ آپ کے ڈر سے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ راکھ کے ذرات دوبارہ انسانی جسم بن گئے اور ان سے روح کا تعلق قائم ہو گیا اسی طرح اللہ تعالیٰ جسمانی ذرات کو جمع فرماتے ہیں اور ان کو روح سے متعلق کرتے ہیں۔

دسواں مغالطہ:۔ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے کہ انسانی جسم ختم ہو جاتا ہے بغیر ایک ہڈی عجب الذنب کے۔ آخر جب قیامت سے پہلے روح واپس ہی نہیں لوٹتی اور مٹی جسم کو برباد کر دیتی ہے تو اس دنیوی قبر کے مردہ سے سوال و جواب اور بغیر روح کے مردہ کا احساس راحت والم کیسا؟ اور اس کی چیخ و پکار کا کیا معنی؟ (عذاب برزخ ص ۱۱)

الجواب:۔ نہیں سمجھ آتی یہ اعتراض ہمارے اوپر ہے یا فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر قبر میں دفن کے بعد ریزہ ہونے سے پہلے اور دفن کے بعد مردے کا اٹھ کر بیٹھنا خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جیسا کہ گزر چکا آپ کے فرمان کو شیطانی فریب کاری کے ذریعہ رد کرنا کون سے ایمان کی علامت ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں دفن کے بعد فرشتے مردے کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں اور کافر کو سزا دی جاتی ہے اور مردہ چیختا چلاتا ہے جسے جانور سنتے ہیں جن و انسان نہیں سنتے اور یہ فرمان نبوی کے مقابلے میں کہتا ہے اٹھ بیٹھنا کیسا ؟سوال جواب کیسا؟ چیخ و پکار کیسی؟ ہمارا جواب تو یہ ہے کہ جیسے اللہ چاہے۔ اور رہی یہ

بات کہ روح قیامت سے پہلے واپس نہیں لوٹتی کس آیت یا روایت کا ترجمہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اعادہ روح اور مردہ کا اٹھ بیٹھنا بیان فرمادیا ہے۔

اور یہ سوال تو بعینہ مشرکین مکہ والا ہے جو کہتے تھے من یحیی العظام وھی رمیم ان ہڈیوں کو گل سڑ جانے کے بعد کون دوبارہ زندہ کرے گا قرآن کریم نے اس کا جواب دیا۔

قل یحیھا الذی انشأھا اول مرۃ وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار اس کو پیدا کیا ہے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ حیات فی القبر اللہ نے دینی ہے ہم نے نہیں اس لئے کہ اللہ جو چاہے کرسکتا ہے اور فرمان نبوی سے معلوم ہوا کہ مردے کو قبر میں زندگی دے کر عذاب یا راحت عطا کرتے ہیں۔

گیارہواں مغالطہ:۔ ارشاد ہوتا ہے روح کا تھوڑا سا تعلق اس قبر والے سے بہر حال باقی رہتا ہے پوچھا جائے پھر قران کے اس فرمان کا کیا ہوگا کہ قبر کے مردے بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق باقی نہیں اور من وراء ھم برزخ الی یوم یبعثون ۔تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ (عذاب برزخ ص ۱۵)

الجواب:۔ یہ ہمارا ارشاد نہیں بلکہ ارشاد نبوی سے روح کا تعلق ثابت ہوتا ہے (تعاد روحہ الی جسدہ)اور یہ تو قران پر سراسر جھوٹ ہے کہ قران نے فرمایا ہو قبر کے مردے بالکل مردہ ہیں ان میں زندگی کی رمق نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النا ر جو میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ بولے تو اپنا ٹھکانا جہنم بنالے اور اللہ فرماتے ہیں خدا پر جھوٹ بولنے والے سے بڑا ظالم کون ہے؟ ایک آیت پیش کریں جس کا یہ معنی ہو کہ روح وجسم کا تعلق نہیں۔

اموات غیر احیاء سے مراد بت ثابت ہو چکے ہیں اور برزخ روح میت

کے جسم کے درمیان نہیں وہ تو دنیا اور مردہ کے درمیان ہے۔ دھوکہ دہی سے کوئی عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔

اور رہا منہ کو دیکھنے لگ جانا کسی نے حیرانی میں ایسا کیا ہوگا یا تو آپ کی جہالت پر کہ قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں؟ اور بطور حسرت کے کہ اس کا انجام کیا ہوگا جو فرمان نبوی کی کھلم کھلا مخالفت کر رہا ہے۔

بارہواں مغالطہ:۔ یہاں (اذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی میں) تحیی مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا پھر موتی کا لفظ فرمایا مضارع سے مستقبل کا زمانہ مراد ہوتا اور احیا کا مفعول الموتی بتایا جس سے صاف طور پر معلوم ہوا۔ قیامت کے دن ان جسموں کو دوبارہ زندہ کرنے سے پہلے وہ جسم مردہ حالت میں ہوں گے۔ (تبیین الحق ص ۶۳)

الجواب:۔ یہ بات غلط ہے کہ مضارع ہمیشہ استقبال کے معنی میں آتا ہے بلکہ مضارع حال واستقبال دونوں کے لئے آتا ہے مضارع کو بلا دلیل محض حال کے ساتھ مخصوص کرنا غلط اور خواہش نفسانی کی پیروی اور کھلی بد دیانتی ہے اگر آپ کو محض ہدایۃ النحو کے مطالعہ کی ہدایت بھی مل جاتی تو اتنی بڑی علمی خیانت نہ کرتے چنانچہ ہدایۃ النحو (ص ۸۳) پر مرقوم ہے انہ مشترک بین الحال والاستقبال کاسم الفاعل ولذالک سموہ مضارعا بلاشبہ وہ حال واستقبال کے درمیان مشترک ہے جیسے کہ اسم فاعل اور اسی وجہ سے اس کا نام مضارع (بمعنی مشابہ) رکھا گیا ہے۔ اور یہ واقعہ احیاء پرندگان کے بارے میں دعاء ابراہیمی کا م ہے اور اس مقام پر حال کا معنی ہی ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ نے رب ارنی کیف تحیی الموتی کا معنی لکھا ہے اے رب دکھلا دے مجھ کو کیونکر جلاتا ہے مردوں کو۔ اور مولانا عاشق الٰہی لکھتے ہیں اے میرے رب آپ مجھے دکھلا دیجئے مردوں کو کس طرح زندہ فرماتے ہیں۔ (انوار البیان ج ۱ ص ۲۸۳)

چنانچہ اس آیت سے ایک آیت پہلی والی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت ابراہیم کا نمرود کے ساتھ مناظرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

قال ابراهیم ربی الذی یحی ویمیت قال انا احی و امیت قال ابراهیم فان الله یأتی بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو موت وحیات دیتا ہے اس نے کہا میں بھی مارتا اور جلاتا ہوں اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتے ہیں تو مغرب سے نکال دے۔ اس آیت میں پانچ مضارع ہیں یحیی ،یمیت، احیی، امیت ،یأتی ان کا ترجمہ مستقبل والا کر کے دکھا دیں نیز هو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء میں یصور، یشاء مضارع ہیں مگر اس کا معنی حال والا ہے کہ وہ ذات ہے جو تمہاری صورت بناتی ہے رحموں میں جیسے چاہتی ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کا مضارع کو علی الاطلاق مستقبل کے معنی سے مخصوص کر دینا غلط ہے اور خواہش نفس کی پیروی ہے۔ لھذا یہ دعویٰ غلط ہے کہ قیامت کے دن زندہ ہونے سے پہلے وہ جسم مردہ حالت میں ہونگے۔

اگرچہ مرنے والا اہل دنیا کو مردہ نظر آتا ہے مگر مردہ خود کو زندہ نظر آتا ہے اور قبر کی زندگی صرف اس قدر ہے جس سے وہ عذاب یا راحت پا سکے اور اس کے لئے جسم کی سلامتی بھی ضروری نہیں ہے بے شک ذرات جسمانیہ خاکستر ہو جائیں تب بھی اس کا روح کے ساتھ تعلق قائم کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں وقد اصح اصحابنا ان البنية ليست بشرط فی صحة الحيوة لان الله تعالى جعل كل واحد من تلك الاجزاء والابعاض احياء فاهما (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۱۹) ہمارے حضرات نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ ڈھانچہ کا حیات کے لئے صحیح ہونا ضروری نہیں ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان اجزاء اور ٹکڑوں کو زندہ اور سمجھنے والا بنا دیتے ہیں چنانچہ یہی بات امام ابن ھمام نے (فتح القدیر ص ۹۴) میں علامہ علی القاری نے (مرقاۃ ص ۲۰۳)

میں علامہ ابن قیم نے (کتاب الروح ص ۵۳) میں لکھی ہے۔

تیرہواں مغالطہ: ۔ حضرت عیسیٰ کا قول اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح ذکر کیا ہے۔ ویوم ابعث حیا ...... حیا حال ہے ابعث کے فاعل سے اور قاعدہ ہے کہ زمانہ حال اور عامل حال کا ایک ہی ہوتا ہے (تمیین الحق ص ۵۴)

الجواب: ۔ مہربان مصنف نے یہ بھی ایک مغالط دیا ہے ورنہ صدور فعل کے وقت قیام حال بذی الحال کافی ہے نہ کہ فعل وحال کا صدور ایک وقت میں شروع ہونا مثلا لقیت زیدا راکبین کا مطلب صرف اتنا ہے کہ جب ہماری ملاقات ہوئی تو دونوں سوار تھے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اسی وقت سوار ہوئے جب ملاقات ہوئی ۔ یعنی سوار تو ہم دونوں پہلے سے تھے جب ہماری ملاقات ہوئی تو بھی دونوں کی سوار ہونے کی حالت باقی تھی۔

اسی طرح یوم ابعث حیا کا مطلب بھی یہی ہے کہ جب میں (عیسیٰ) اٹھوں گا تو اس وقت زندہ حالت میں ہوں گا نہ کہ اسی وقت زندہ کیا جاؤں گا۔ اگر مراد ربانی یہ ہوتی کہ اسی وقت زندہ کئے جائیں گے تو یوم احیی فابعث کے الفاظ فرماتے جن کا صریح ترجمہ بنتا کہ جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ خلاصہ یہ کہ اہل قبور کی زندگی تو پہلے بھی ہوگی اگر چہ کمزور سہی لیکن ان کو قیامت میں حیات کامل کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

ایک نکتہ: ۔ پورے قران حکیم میں کوئی ایک آیت نہیں جس سے بالتصریح معلوم ہو کہ مردہ کو کسی قسم کی حیات فی القبر حاصل نہیں ہوتی اور نہ قران حکیم میں کوئی ایک ایسا جملہ ملتا ہے جس کے صراحت کے ساتھ یہ معنی بنیں کہ بعث کے وقت احیاء اموات ہوگا بلکہ قران حکیم نے بعث کے لئے وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو عموما زندہ کے لئے بولے جاتے ہیں جیسا کہ یہی لفظ بعث طالوت کی بادشاہت پر بولا گیا ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا یا ھو

الذی بعث فی الامیین رسولا وہ وہ ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں نبی کو بھیجا۔اب اس میں کہاں ہے کہ زندہ کر کے بھیجا ایسے ہی فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا کہ مرد کے خاندان میں سے ایک حکم بنالو اور ایک عورت کے خاندان میں سے۔اس میں بھی زندہ کر کے اٹھائے جانے کا معنی نہیں ہے۔

نیز اہل قبور کیلئے اللہ تعالیٰ نے من کا لفظ استعمال فرمایا جو زندہ ذوی العقول کیلئے مخصوص ہے اور اسی طرح اصحاب القبور فرمایا جو زندہ پر بولا جاتا ہے اور انسان پر۔پھر دیگر آیات قرآنیہ میں بھی کہیں نہیں کہ موقعہ پر زندہ کیا جائے گا مثلاً یرجعون، ینسلون، یحشرون، تبعثون، راجعون ترجعون محضرون جن کا معنی لوٹیں گے، جمع کیے جائیں گے، اٹھائے جائیں گے، لوٹنے والے ہوں گے، تم لوٹو گے۔ان الفاظ میں کہیں یحیون، تحیون کا لفظ نہیں ہے۔

چودہواں مغالطہ:۔ یوم البعث کی حیات کو مضارع کا صیغہ لا کر ثابت کیا ہے جو زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے اس طرح ناسوتی حیات فی القبور بعد الدفن کی نفی ہو جاتی ہے اور موت کا استمرار یوم البعث تک ثابت ہوتا ہے اب بعد الدفن فوراً قبل یوم الحساب ناسوتی حیات ثابت کرنا نصوص قطعیہ اور متواترہ کا انکار کرنا ہے جو صریح کفر ہے۔(تبیین الحق ص ۱۵)

الجواب:۔ جب انسان شوق تکفیر میں اندھا و بہرہ ہو جائے اور شرم و حیاء کو رخصت کر دے تو جو چاہے بولتا جائے ورنہ سب نحوی علماء اس بات کے قائل ہیں کہ مضارع حال و استقبال دونوں زمانوں پر مشتمل ہے جیسا کہ بیان ہو چکا اور استمرار موت تا قیامت کا قصہ بھی اختراعات بندہ سے ہے ورنہ فرمان خداوندی سے ثابت نہیں ہے۔البتہ یہ درست ہے کہ مردہ دنیا کے لئے مردہ ہی ہوتا ہے اور وہ خود کو زندہ محسوس کرتا ہے اس لئے کہ اسے نوع حیات حاصل ہوتی ہے جو روحانی لحاظ سے غالب ہوتی ہے اور جسمانی لحاظ سے مغلوب اور کمزور ہوتی ہے وہ حیات کامل جیسی نہیں ہوتی۔

پندرہواں مغالطہ:۔ اور یہ تیسری حیات اور تیسری موت جس کا قول علماء سوء کرتے ہیں ختم مومن کے ارشاد امتنا اثنتین کے خلاف ہے جس سے تغیر وتبدیل کتاب اللہ لازم آتی ہے یہ مزعومہ تبدیلی کفر بواح اور صریح تکذیب ہے اور قطعی الدلالات وحی کا انکار ہے۔ (تبیین الحق ص ۴۵)

الجواب:۔ جی تو چاہتا ہے کہ ایسے شریف انسان کو اس کے اپنے الفاظ ہی میں جواب دیا جائے جو علماء حق کو کافر اور علماء سوء کہتا ہے مگر ہماری مجبوری یہ ہے کہ اخلاق سے گرا ہوا انداز اختیار نہیں کر سکتے اور ہمارے اکابر کی تعلیم وتلقین یہی ہے۔

مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ بفرمان نبوی بلاوجہ تکفیر خود مکفر پر لوٹتی ہے۔ آپ کی ان سب علمی موشگافیوں کا اظہار پہلے زمانہ کے بے دینوں نے کر دیا تھا جس کا جواب انہیں ادوار کے علماء حق نے دے دیا تھا نہ آپ نے کوئی نیا تیر مارا ہے اور نہ ہم کوئی نیا دفاع کر رہے ہیں آپ کے اور ہمارے پیشرو اور اسلاف نے یہ سوال وجواب پہلے سے مکمل کر لئے تھے چنانچہ حضرت امام رازی فرماتے ہیں **احتج اکثر العلماء بھذہ الایۃ فی اثبات عذاب القبر وتقریر الدلیل انھم اثبتوا لانفسھم موتتین فاحد الموتتین الموقتین مشاھد فی الدنیا فلابد من حیاۃ اخری فی القبر** (تفسیر کبیر ص ۳۰۱، ج ۷)

اکثر علماء نے اس آیت سے عذاب قبر کے ثابت کرنے میں دلیل پکڑی ہے اور دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ ان لوگوں نے اپنی ذات کیلئے دو موتوں کا ذکر کیا ہے ایک تو وہ جسکا دنیا میں مشاہدہ کیا اس لئے دوسری زندگی کا قبر میں ہونا ضروری ہے۔

تفسیر خازن میں ہے کہ ان لوگوں نے دنیوی زندگی کو گنا ہی نہیں ہے **فلم یعدوھا لانھا لیست من اقسام البلاء** (تفسیر خازن ص ۲۴۲) انہوں نے دینوی زندگی کو اسلئے نہیں گنا کہ وہ مصیبت کے اقسام سے نہ تھی (ایضاً نسفی وبیضاوی)

چنانچہ واضح ہو گیا کہ آیت سے عذاب قبر کا رد نہیں اور نہ حیات قبر کا انکار ہے بلکہ

اثبات عذاب وراحت قبر ہے۔

سولہواں مغالطہ:۔ ہمارا اعلان ہے کہ ہم عائشہ صدیقہؓ، امام ابوحنیفہؒ اور امام بخاری کےؒ ہم عقیدہ ہیں (ایمان خالص ص ۳۱)

الجواب:۔ صاف اور صریح جھوٹ ہے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کا عقیدہ عذاب وراحت قبر معلوم ہو چکا ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے احادیث کے عذاب قبر اور اثبات عذاب قبر کا باب قائم فرما کر اپنا عقیدہ واضح فرمادیا ہے معلوم ہوا کہ یہ سب حضرات حیات اور راحت وعذاب قبر کے قائل تھے۔

سترہواں مغالطہ:۔ عقیدہ حیات وسماع اموات سے شرک کا دروازہ کھل جاتا ہے کہ لوگ اسی عقیدہ حیات قبر کی وجہ سے جا کر قبر پرستی کرتے ہیں اور ان سے مرادیں طلب کرتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ قبر کی زندگی کا انکار کر دیا جائے تا کہ شرک کا دروازہ بند ہو۔

الجواب:۔ ہدایت صرف اللہ تعالی کی توفیق سے ملتی ہے جیسا کہ آپ توحید کے نام پر توہین کا پروگرام رکھتے ہیں اسی طرح بعض شرک پسند عناصر ایسی غلطی کرتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک برائی کو مٹانے کے لئے دوسری برائی اپنائی جائے۔ اور ایک بدعقیدگی کو مٹانے کے لئے دوسری بداعتقادی اختیار کی جائے عذاب قبر کا حق ہونا اور قبر میں مردے کی حیات کتاب وسنت سے ثابت ہے اس لئے ہم لوگوں کو یہ سمجھاتے رہیں گے کہ قبر والے کو حاجت روائی کے لئے پکارنا اسی طرح حرام ہے جس طرح زندہ کو پکارنا حرام ہے جب زندہ مشکل کشا نہیں تو قبر والا کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ نماز کے سجدہ سے بیت اللہ اور مسجد کو سجدہ کرنے سے مشابہت آتی ہے اور مشرک قبر اور بت کو بھی اسی طرح سجدہ کیا کرتے تھے اس لئے مشرکین کے بتوں کو سجدہ کرنے کے ساتھ نماز کے سجدہ کی مشابہت آتی ہے اس لئے ہمیں قبلہ رخ ہرگز سجدہ نہیں کرنا چاہیے تو ہم اسے کہیں گے کہ قبلہ جہت سجدہ ہے مسجود نہیں ہے اور مسجود

صرف اللہ ہے اور کوئی نہیں ہے۔ تو جس طرح قبلہ کی طرف رخ کرنے کی بنا پر معترض کے اعتراض کی وجہ سے سجدہ کو ترک نہ کریں گے اور مسجود و مسجود الیہ کا فرق بتا کر مسئلہ کو اپنی اصلی حالت میں رکھیں گے اسی طرح حیات وسماع کا انکار نہ کریں گے بلکہ یہ بتائیں گے کہ نہ زندہ مشکل کشا ہے نہ مردہ اس لئے مدد و حاجت کیلئے جس طرح زندہ کو پکارنا جائز نہیں اسی طرح مردہ کو پکارنا بھی جائز نہیں۔ مردہ اگر سن بھی لے تو وہ نہ حاجت روا ہے نہ مشکل کشا اس اعتبار سے اسکا سننا نہ سننا برابر ہے۔ جس طرح زندہ کو حاجت روائی کیلئے پکارنا نہ پکارنا اور اس کا سننا نہ سننا برابر ہے۔

منکرین کا اپنی عقل ورائے سے قرآن وحدیث کا رد کرنا

اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا کسی ایمان والے مرد وعورت کو اللہ تعالی اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اختیار نہیں کہ وہ اپنی منشاء اور مرضی کر سکے

(احزاب پ۲۲ آیہ ۳۶)

جب عام اعمال ودیگر شرعی احکام وفیصلوں میں کسی کو من مرضی کرنے کا حق نہیں ہے تو عقائد جیسی اہم چیز میں قرآن وحدیث کے خلاف زبان کھولنے کا حق کیسے دیا جاسکتا ہے؟ مگر یہ گروہ ایسا ہے جو اپنے عقل وقیاس نارسا سے قران وحدیث کے بیان کردہ عقائد حقہ کا رد کرتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم انکی چند عبارات نقل کرتے ہیں جن میں ان لوگوں نے اپنی عقل ورائے سے قرآن حدیث کا رد کیا ہے ۔

(۱) قبر کونسی :۔ مسعود آنجہانی لکھتا ہے آج دنیا والوں کی اکثریت نے اس زمین کے ایک خطہ کو قبر ماننا شروع کر دیا ہے جہاں سوال جواب کے لئے ہر مرنے والے کو بٹھایا جاتا ہے (عذاب برزخ ص۲)

جواب :۔ آنجہانی نے اس میں زبردست عیاری اور ڈھٹائی کے ساتھ قرآن حدیث کی اٹل بات کا رد کیا ہے ثابت ہو چکا کہ چارپائی پر مرنے والے کا فرمنافق اور

ظالم کے چہرے اور پیٹھ کی (جو اسی جسم عنصری کا حصہ ہے نہ کہ روح کا) پٹائی کر کے فرشتے اس کی جان نکالتے ہیں اور کہتے ہیں الیوم تجزون عذاب الھون ترجمہ: تمہیں آج ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ اور منافق کے بارے میں تصریح کی کہ جہنم کے عذاب سے پہلے اسے دو عذاب دیے جائینگے اور باتفاق مفسرین ان میں ایک عذاب اسی قبر ارضی میں ہے۔ اس لئے کسی گروہ نے اپنی رائے سے اس قبر کو قبر نہیں مانا بلکہ خدا اور رسول نے بتایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد واقعات میں انہیں زمینی قبروں پر کھڑے ہو کر قبروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور بخاری میں ہے کہ مردے کو دفن کر کے جب واپس ہوتے ہیں تو فرشتے آ کر اس مردہ کو قبر میں اٹھا کر بٹھاتے اور سوال کرتے ہیں اور پوری امت کا فرامین خداوندی اور ارشادات نبوی کی بنا پر بلا اختلاف، یقین وعقیدہ ہے کہ اسی زمینی قبر میں اسی جسم وروح کو عذاب دیا جاتا ہے۔

مگر یہ کہتا ہے کہ آج دنیا کے اکثر لوگوں نے یہ عقیدہ بنالیا جبکہ یہ عقیدہ قرآن و حدیث میں ہے اور اس ذات شریف کا اپنا عقیدہ من گھڑت ہے کہ اس قبر کے علاوہ کوئی اور قبر بھی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر کذب صریح اور بہتان عظیم ہے۔ نیز واضح رہے کہ بنائے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علماء کی اکثریت کا اجماع حق ہے اور اس کا عقیدہ صحیح ہے۔

(۲) مردے کو کیسے اٹھایا جاتا ہے: ۔ موصوف لکھتا ہے آخر ان مرنے والوں کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے۔ کیسے سوال و جواب ہوگا؟ اور کس طرح ان پر عذاب وراحت کا دور قیامت تک گزرے گا؟ (عذاب برزخ ص ۲ سابقہ نام عذاب قبر)

جواب: ۔ مردے کا قبر میں سوال و جواب سے گزرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور ایمان والے کا ثابت قدم رہنا قرآن میں آچکا ہے اس کے بعد اپنی ناقص رائے سے یہ کہنا کہ کیسے اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے یہ خدا پر اعتراض ہے

کیا ہم نے اس مردہ کو اٹھا کر بٹھانا ہے یا اللہ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ، فرمان نبوی ہے (فاتاہ ملکان فیجلسانہ (بخاری) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو قبر میں اٹھا کر بٹھاتے ہیں۔ پھر عذاب وراحت بھی اللہ نے دینی ہے اس کے بارے میں کیا اور کس طرح کا سوال کرنے کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالی کیسے اس کو قبر میں اٹھا کر بٹھا سکتے ہیں اور کس طرح اس قبر میں عذاب دے سکتے ہیں کیا یہ اللہ کی قدرت کا انکار اور اس کے قانون کی تکذیب نہیں؟ کیا اللہ تعالی اس زمین میں درختوں کو اٹھا کر کھڑا نہیں کرر ہے اور ان کو پانی نہیں دے رہے ان پر پھل، پھول نہیں لگا رہے اور زمین کے اندر ان کے نشو ونما کا انتظام نہیں فرما رہے؟ جس طرح یہ زمینی مخفی نظام دانے کا زمین سے اگ کر کھڑا ہونا پھل پھول لگنا وغیرہ حقیقت ہے اسی طرح عذاب وراحت کا قبر میں ہونا بھی حقیقت ہے اور اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتصریح ارشاد فرمادیا ہے جس کا کوئی ادنی مسلمان بھی منکر نہیں ہوسکتا۔

(۳) فرعون کو عذاب کہاں؟:۔ قرآن کے بیان سے معلوم ہوا کہ فرعون کی لاش اس دنیا میں عبرت کے لئے محفوظ ہے اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں بھی اسی دنیا میں لیکن ان کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جارہا ہے ثابت ہوا کہ ان کو دوسرا کوئی باقی رہنے والا جسم اور عذاب برداشت کرنے والا جسم دیا گیا جسد عنصری بہر حال نہیں۔ (عذاب برزخ ص ۳)

جواب:۔ پہلے تو یہ بات غلط ہے کہ قرآن نے فرعون کے ساتھیوں کی نعشیں دنیا میں محفوظ ہونے کے بارے میں دعوی کیا ہے پورے قرآن میں یہ بات نہیں صرف قرآن نے فرعون کی نعش کے دریا سے صحیح سالم نکل آنے کا دعوی کیا ہے۔

چنانچہ فرمایا فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ آج ہم تیرے جسم کو بچالیں گے تاکہ اپنے سے پچھلوں کیلئے نشانی بنے۔

اور اگر چہ تاریخ کے اعتبار سے اس کا جسم محفوظ ہے مگر قرآن کا قیامت تک کے لئے اس کے جسم کے محفوظ رہنے کا دعوی بھی نہیں ہے مگر دوسروں کے محفوظ رکھنے کا دعوی قرآن کی طرف منسوب کرنا صاف جھوٹ ہے اور قرآن پر افترا ہے۔

پھر یہ تسلیم کر کے کہ قرآن میں یہ ہے کہ ان کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جارہا ہے ان کے اجسام کے عذاب پر پیش کئے جانے کا انکار عجیب ہے۔

جب قران نے صاف کہدیا کہ ان لوگوں کو آگ پر پیش کیا جارہا ہے تو اس کی عقل سے تردید کرنا اور یہ خیال کرنا کہ ہمیں نہ آگ نظر آتی ہے اور نہ ان کا آگ میں پیش ہونا اس لئے ان کو آگ پر پیش نہیں کیا جاتا کسی اور جسم کو پیش کیا جاتا ہے کس قدر غلط اور بیہودہ بات اور صاف انکارِ قرآن ہے کیا ہمیں آگ نظر نہ آئے تو واقعی آگ موجود نہیں ہے یہ عالم غیب کا برزخی معاملہ ہے جسے قرآن نے بیان کیا کہ جو غرق ہوئے وہی آگ پر پیش کیے جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ روح کی صفت غرق ہونا نہیں ہے اور نہ روح کے لئے موت ہے یہ ساری صفت ان اجساد کی ہے جنہیں آگ پر پیش کیا جارہا ہے۔ اور تعلق روح کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے جیسا کہ حدیث میں صریح ہے کہ مردے کو شام صبح اس کی قبر کے اندر بھی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قبر میں اس کے نیچے (جو کافر یا منافق ہو) آگ بچھائی جاتی ہے اور مومن کیلئے آتا ہے کہ اس کے نیچے جنت کا بستر بچھا دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو اور جسم کے تعلق اور اعادہ کی تصریح بھی حدیث میں موجود ہے پھر اپنی طرف سے یہ کہنا کہ "ثابت ہوا کہ ان کو دوسرا باقی رہنے والا جسم دیا جاتا ہے اور جسد عصری نہیں" یہ بات آیت کے کس جملہ سے ثابت ہے؟ کہ اصل جسم تو جان چھڑا گیا اور دوسرے بے قصور جسم کو عذاب کیلئے دھر لیا گیا اس سے بڑا الحاد اور جھوٹ کیا ہوسکتا ہے کہ اپنی طرف سے بات گھڑ کر قرآن وحدیث پر تھوپ دی جائے اور ڈھٹائی سے قرآن حدیث پر اپنی سوچ کو مسلط کر کے اپنے لئے بفرمان نبوی جہنم مختص کرالی جائے۔

(۴) جلے ہوئے کو: ۔ ڈاکٹر مسعود راقم ہے ۔ اب جس کو راکھ کر دیا جائے یا اس کے جسم کے بعض ٹکڑوں کو دفن کیا گیا ہو اس کو کیسے اٹھا کر بٹھا دیا جائے گا اور کیسے چاپ سنے گا اس کے کانوں کے درمیان گرز کی چوٹ لگائی جائے گی (عذاب برزخ ص ۱۰)

الجواب: ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کام مسلمانوں کی طرف سے مسعود آنجہانی کے سپرد کیا جا رہا ہو کہ یہ یہ کام تو نے کرنا ہے اور وہ اپنی مجبوری بتا رہا ہو کہ یہ کام کیسے ہو سکتا ہے کہ ان جلے ذروں اور گوشت کے ٹکڑوں کو جمع کیا جائے پھر اٹھا کر بٹھایا جائے پھر یہ چاپ سن لے ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا یا گویا یہ شخص اللہ تعالیٰ کو اس قدر بے بس مانتا ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کیسے کریں گے گویا یہ شریف مشرکین مکہ کے اس خیال کو دوسرے لفظوں میں لوگوں کے دل میں بٹھانا چاہتا ہے جو کہتے تھے (من یحیی العظام وھی رمیم) ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے تو اس کا جواب ہم وہی قرآن والا ہی دیں گے جو مشرکین کو دیا گیا تھا (قل یحیھا الذی انشأھا اول مرۃ) آپ فرما دیں ان کو وہی ذات زندہ کرے گی جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا ۔ تو یہ سارا کام اللہ قبر میں کرتے ہیں اور ہمیں قرآن و حدیث نے اس کی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کرتا ہے اور حضور فرماتے ہیں (اوحی الی انکم تفتنون فی قبورکم) میری طرف وحی بھیجی گئی کہ قبروں میں تمہیں آزمایا جاتا ہے اور فرمایا قبر یا جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے ۔ اور قرآن نے صاف فرمایا (الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر) تمہیں کثرت مال کی حرص نے غافل کر دیا یہاں تک کہ قبروں میں جا بسو گے (تو اس وقت تمہاری غفلت ختم ہو گی) عن قریب جان ہی لو گے (کہ قبر میں تمہارا حشر کیا ہوتا ہے) ۔ اس لئے ایمان والوں کا یہی عقیدہ ہے جو قرآن و حدیث نے بتایا ہے کہ اسی زمینی قبر میں اسی جسد عنصری کو روح کے تعلق کے ساتھ اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اور اسکو راحت یا عذاب کے مراحل سے گزارا جاتا ہے ۔

(۵) قبروں پر شاخیں: ۔ لکھتا ہے ۔ رہا یہ کہ یہ شاخیں (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان دو قبروں پر لگوائی تھیں جن میں عذاب ہو رہا تھا۔ دنیاوی (دنیوی) قبر پر کیوں لگائیں تو اس دنیاوی قبر پر اس لئے لگائیں کہ برزخ میں اپنے ساتھیوں کو لے جا کر ان کی اصلی قبروں پر لگانا ممکن نہ تھا (ص ۱۸)

جواب:۔ اس تاویل سے ابلیس ملعون کی باچھیں خوشی سے کھل گئی ہوں گی واہ رے واہ!

چہ خوب کردی مرداں چنیں کنند

کمال کر دیا یہ بات تو میری سمجھ میں بھی نہ آسکی جو تو نے کر دی کہ اللہ کیلئے کیسے ممکن تھا کہ اس اصلی (مفروضہ) قبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہنچا دیتے اور وہاں جا کر ان کو گاڑ دیا جاتا ظاہر ہے،، رب رُسے مت کھسے،، جب قرآن حدیث کو اپنی جھوٹی رائے اور ہوا پرستی کی نظر کر دیا جائے تو جو جی میں آئے کہتا چلا جائے۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا انهما ليعذبان ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔

(۶) قبر کا کھلنا:۔ راقم ہے۔ مؤمن کی قبر کو کشادہ کیا جاتا ہے یہ دنیاوی قبر نہیں اس زمین کے حدود اربعہ میں اس تغییر کی گنجائش کہاں؟ (عذاب برزخ ص ۱۸)

جواب:۔ دیکھئے بے چارا کس قدر مجبوری کا اظہار کر رہا ہے کہ مؤمن کی قبر کو کیسے کشادہ کیا جا سکتا ہے زمین میں اس قدر کہاں گنجائش ہے کہ قبر اس قدر فراخ ہو جائے یہ بڑا مشکل کام ہے کیسے ہو سکتا ہے۔ ظالم تیری ماں کے پیٹ میں تیرے جسم کی گنجائش کہاں تھی؟ تیرے چھوٹے سے دماغ میں پورے عالم کا نقشہ، باتیں اور یادیں کہاں سمو گئیں۔ تیری نظر میں جو سوئی کی نوک کے برابر مقام پر ہے پورے عالم میں پھیل جانے کی گنجائش کہاں؟ بوہڑ کے بیج میں اتنے بڑے درخت کا نقشہ اس کے بڑے بڑے پتے اسکی چھال، دودھ، مختلف قسم کی رنگت کہاں اور ایک بیج میں لاکھوں درختوں کی سمائی اور ایک درخت میں لاکھو بیجوں کی اگائی کی گنجائش کہاں؟ اگر اللہ نے یہ سارا کچھ کر دیا ہے تو اتنی بڑی قبر میں کیوں گنجائش نہیں؟ یہ کام تو نے کرنا ہے نہ تیرے

باپ نے کہ گنجائش نہیں یہ سب اللہ نے کرنا ہے جس کے لئے کچھ محال یا ناممکن نہیں اللہ یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

''گنجائش نہیں'' کا لفظ اللہ جل جلالہ کے معاملہ میں کہنے والا خود سوچے کہ مسلمان بھی رہا ہے یا اس کے مسلمان رہنے کی گنجائش اسلامی ضابطہ کے مطابق باقی ہے؟ یہ لوگ کیسے ہیں جو قرآن وحدیث کو عقل سے ٹھکراتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے ان کو ان کی گستاخیوں کی وجہ سے ایمان سے ٹھکرادیا ہے۔ اور یہ گمراہی میں بھٹک کر بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔

(۷) خچر کا بدکنا: ۔ لکھتا ہے اس شور سے (جو پانچ یا چھے قبروں میں تھا) خچر بدکا تھا کتنے خچر گھوڑے اور گدھے آج بھی قبرستانوں میں چرتے رہتے ہیں مگر ایک نہیں بدکتا۔ (عذاب برزخ ص ۱۸)

جواب: ۔ ظاہر ہے کہ یہ الفاظ جن کا یہ رد کررہا ہے نبی پاک کے اپنے الفاظ ہیں **(یسمع صوته کل شیء الا الثقلین)** کہ انسان وجن کے علاوہ ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح وصاف فرمان ہے مگر یہ اپنے عقلی استبعاد سے اسے ٹھکرا رہا ہے۔ جبکہ واضح ہے کہ جو چیز جس چیز کی عادت بن جاتی ہے اس سے وہ چیز نہیں گھبراتی جیسا کہ سڑک پر بسیں آتی جاتی ہیں مگر ریڑی کا بیل اور گدھا اپنی رفتار پر بے خوف وخطر چلتا رہتا ہے اور اسی سڑک پر جب دیہات سے بیل یا گدھا لایا جاتا ہے تو وہ ڈر جاتا ہے اور بدکنے لگتا ہے۔ چنانچہ قبر کے مردے کی چیخ وپکار سے جانور مانوس ہوجاتے ہیں اس لئے نہیں بدکتے۔

ہم نے بمباری کے دوران افغانستان میں دیکھا کہ توپوں کے گولے ادھر ادھر پڑ رہے ہوتے تھے مگر وہاں بکریاں سکون سے بے خوف وخطر چر رہی تھیں اور چھوٹے بچے ان کو چرا رہے تھے جبکہ ہمارا ان سے دل دہل جاتا تھا مگر چونکہ ان کے جانوروں کا ان کی آوازوں کا سننا معمول بن چکا تھا اس لئے وہ نہ ڈرتے تھے۔ بلکہ وہ منہ اٹھا کر

بھی نہیں دیکھتے تھے کہ گولا کدھر سے گزر رہا ہے۔

(۸) قبروں میں روشنی:۔ اگر اس حدیث (ان هذه القبور مملوة ظلمة) یعنی آپ نے مسجد کی خادمہ یا خادم کی قبر پر جنازہ پڑھکر فرمایا یہ قبریں اندھیروں سے بھری ہوتی ہیں اللہ انہیں میری دعا سے روشن کر دیتا ہے) سے یہی قبر مراد لی جائے تو پھر ایک ایک قبر میں بے حساب مردے دفن ہوتے ہیں کوئی نیک کوئی بد تو سب کو اس نور سے فائدہ پہنچے گا۔ (عذاب برزخ ص ۲۱)

جواب:۔ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فرمان کا رد کرنے کی جرءت کر رہا ہے کوئی مسلمان اس طرح کی بولی بول سکتا ہے؟ اور کیا اللہ تعالی کی طاقت میں نہیں ہے کہ صرف ایمان والوں کو اس نور سے نواز دے اور بے ایمانوں کی قبروں کو اندھیرے میں رکھے، کیا یہ فرمان نبوی نہیں ہے جس کی تردید کی جارہی اور پھر ڈھٹائی سے اسلام کا دعوی بھی ہے؟

وہی آگ نہ تھی جو ابراہیم علیہ السلام کیلئے گلزار تھی مگر مشرکین کیلئے نار سوزاں۔ چھری اسماعیل علیہ السلام کیلئے کند اور دنبے کیلئے تیز تھی۔ واضح ہے کہ آپ زمینی قبر پر جنازہ پڑھ رہے ہیں جس میں مردہ دفن ہے پھر هذه القبور کا اشارہ جو قریب کیلئے مخصوص ہے آپ نے قبروں کی طرف فرمادیا کہ میں نے اس قبر پر جنازہ اس لئے پڑھا کہ یہ قبریں میری دعاء سے منور ہوتی ہیں۔ مگر یہ بدنصیب ٹولہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تردید کی قسم کھائے ہوئے ہے۔

(۹) اژدہے کیسے:۔ ڈاکٹر موصوف لکھتا ہے۔ اب دیکھئے زمین میں کتنے فاجروں اور کافروں کی قبریں موجود ہیں ان میں کتنے اژدہے ہوں گے جو مردے کو ڈستے بھنبھوڑتے رہتے ہوں گے پھنکارنا تو معمولی بات ہے پھر بھی زمین پر سبزہ اگتا ہے اور درخت بھی اس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی رو سے تو اس زمین میں یہ معاملہ نہیں ہوسکتا کہیں اور ہوگا۔ (عذاب برزخ ص ۲۴)

جواب :۔ جب قرآن وحدیث میں صرف زمینی قبر کا ثبوت ہے اور کسی دوسری قبر کا تصور تک نہیں ہے تو (**لیسلط علی الکافر فی قبره تسعة وتسعون تنینا** فرمان نبوی کہ کافر پر اسکی قبر میں ننانوے اژدھے مقرر کیے جاتے ہیں کی تصریح کے بعد ایمان والے کو اسی بارہ میں رائے زنی کرنے اور فرمان نبوی کے سیدھے صاف مفہوم کا انکار اور اس میں تاویلیں کرنے کی جرائت نہی ہو سکتی اس قسم کی الٹی پلٹی باتیں کرنا اندر کے چھپے ہوئے روگ کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس لئے کہ زمین کے اندر قبر کا نظام اور درختوں پھلوں اور کھیتوں کا نظام اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں اس کے علاوہ زمین میں ہزاروں زہریلے جانور (سانپ بچھو، حشرات الارض) رہتے ہیں مگر پھر بھی نباتات اور پودے اگ رہے ہیں ان کا جب زمین کے سبزہ پر اثر نہیں پڑتا تو وہ عالم برزخ معاملہ جو اس قبر میں قائم ہے اس کا کیسے اثر پڑے گا۔ قرآن حکیم کے مطابق زمین سے دوفٹ اوپر پڑی چارپائی پر مرنے والے ظالم کی پٹائی ہو رہی ہوتی ہے اور چیخ چلا رہا ہوتا ہے مگر ہم چارپائی پر بیٹھے ہوئے بھی اسکا احساس نہیں کر سکتے۔ قرآن میں ہے **یضربون وجوھھم وادبارھم** اس مرنے والوں کے چہروں اور پیٹھوں پر کوڑے برسائے جارہے ہیں مارا جارہا ہے مگر ہمیں پتہ نہیں چلتا فرمایا۔

فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون ونحن اقرب الیه منکم ولکن لا تبصرون جب حلق تک جان پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت (اس مردے کو دیکھ رہے ہوتے ہو) اور ہم ان کے قریب تر ہوتے ہیں مگر تم نہیں دیکھتے۔ یعنی اللہ کے فرشتے ان کے ساتھ ان کے عمل وعقیدہ کے مطابق جزا سزا کی کاروائی میں لگے ہوتے ہیں مگر تمہیں کچھ نظر نہیں آتا جب کھلی فضا میں قائم برزخ کا ظاہر میں نہ نظر آنے والا پردہ قائم ہے جس سے مرنے والے کے ساتھ ہونے والی جزاء وسزا کا عمل نظر نہیں آتا تو قبر کے اندر پیش آنے والے منظر کا کیا پتہ چل سکتا ہے؟

(۱۰) واقعہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ :۔ موصوف آنجہانی لکھتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین مکہ کی حراست میں رہے نماز کو کسی حال میں چھوڑنے

والے نہ تھے۔ مگر نماز میں پڑھا ہوا اور وہ نبی تک نہ پہنچا ہوگا ورنہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے وہ بیعت رضوان نہ لیتے۔ (یہ طرزِ نبی ص ۱۷)

جواب:۔ یہ بھی ایک ہوائے نفس کا گھڑا ہوا افسانہ و مفروضہ ہے جو صحیح حدیث سے ثابت شدہ ملائکہ کے سلام پہنچانے کے رد کے لئے اختراع کیا گیا ہے ورنہ یہ بھی نظام ربانی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو خفا میں رکھا اور آپ کو بھی اطلاع نہ دی اور اس مفروضہ کے ضمن میں کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو بھی اس کا علم نہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہیں ورنہ بیعت رضوان نہ ہونے دیتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ اطلاع نہ دی بلکہ حرمت خون عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دلیل قائم کرنے کیلئے بیعت کو بیعت رضوان کا شرف دیدیا اور پندرہ سو صحابہ کو دائمی فوز و فلاح اور رضاء ربانی کی بشارت دی اور سب حالات اہل مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے باہر رکھا تاکہ بیعت رضوان ہو جائے اور مشرک مرعوب ہوکر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حراست ختم کردیں۔

(۱۱) سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پردہ کرنا:۔ موصوف راقم ہے یہ روایت (جس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن سے پہلے تو پردہ کئے بغیر حجرہ مقدسہ میں چلی جاتی تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کے بعد پردہ کر کے تشریف لے جاتی تھیں (حیاء من عمر بوجہ حیا عمر کے)۔ عقلی طور پر بھی صحیح نہیں آخر عمر منوں مٹی کے نیچے سے دیکھ سکتے تھے تو دوپٹہ کی کیا آڑ تھی۔

جواب:۔ آخر اندر کی بلا باہر نکل آئی اور قدرت نے مخفی نظریہ کو ظاہر کر دیا کہ جو حدیث اس عقل نارسا کے مطابقت نہ کرے وہ صحیح نہیں ہے جبکہ مسلمان کے ایمان کا مدار ہی ایمان بالغیب پر ہے۔ کہ ایسی چیز جو نظر نہ آئے مگر اللہ اور اس کے رسول نے خبر دے دی تو اس پر یقین رکھنے کا نام ایمان ہے اور جب کچھ نظر آجاتا ہے تو ایمان کی حدود سے خارج ہو جاتا ہے جیسا کہ فرعون کے بارے میں گزر چکا ہے کہ مان تو گیا مگر

بے وقت ماننا۔ جس کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اور مسعود صاحب بھی اب مان چکا ہے مگر اس وقت کا ماننا بے سود ہے ورنہ ظاہر ہے کہ الٹرا ساؤنڈ مشین سے انسان کے اندر کی چھپی چیزیں نظر آتی ہیں لیکن اگر کسی نے لباس پہنا ہو پتہ نہیں چلتا حالانکہ پیٹ کی چمڑی لباس سے زیادہ مضبوط اور دبیز ہے۔ جیسے جسم کا چمڑا مانع نہیں ہے اور لباس پھر بھی مانع بن گیا تو اسی طرح کپڑا مانع ہو گیا اور قبر کی مٹی مانع نہ بن سکی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ سیدہ نے یہ دعوی نہیں کیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیکھنے کی وجہ سے۔ بلکہ فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حیا سے کپڑا لپیٹ کر جاتی تھیں۔

منکرین کی توہین آمیز عبارات

چونکہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے راہ ہدایت منعم علیہم کی راہ کو قرار دیا اور ان کی مجموعی راہ کو ہدایت اور اس سے انحراف کو عین ضلالت قرار دیا ہے اس لئے ہر الحاد پسند قرآن وحدیث کے نام کی جھوٹی آڑ لے کر اسلاف سے آزاد ہوتا ہے تو اسے نہ ادب رہتا ہے نہ حیا اس لئے جو کچھ بھی منہ سے چاہے اگل دے اسے پرواہ نہیں ہوتی کس کے خلاف بول رہا ہوں اور کیا بول رہا ہوں؟

مگر ڈاکٹر موصوف نے بڑی صفائی کے ساتھ قرآن کریم کے بارے میں ادیبانہ انداز سے بظاہر تعبیر کر کے یہ تاثر دیا کہ ہے کہ قرآن بھی شعراء اور ادیبوں کے کلاموں کی طرح پر تکلف اور استعاراتی پہیلی ہے جبکہ قرآن کریم کا اپنا دعوی ہے کہ تبیان لکل شیء اس میں ہر چیز کا بیان ہے اور بتفسیر نبوی قرآن آسان ہے یہ پہیلی اور چیستاں نہیں ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا اذا لم تستحی فاصنع ماشئت چنانچہ ہم ذیل میں ان باطل پرست ملحدوں کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں جن میں انہوں نے ذات ربانی اور قرآن سے لے کر سرور

کائنات اصحاب رسول اللہ اور علماء امت تک سب کی توہین کی ہے۔

(۱) توہین قرآن :۔ ڈاکٹر مسعود الدین آنجہانی نے اپنے رسالے عذاب برزخ (سابقہ عذاب قبر) کے ص ۲۲ پر قرآن کی آیت لا تفتح لھم ابواب السماء کے صریح مفہوم اور احادیث سے مؤید مضمون کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے یہ قرآن کی ادبیانہ زبان ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے اعمال انکی دعاؤں اور خود ان کی پذیرائی نہ ہوگی اور وہ کبھی جنت میں داخل نہ کیے جائیں گے تو یقین نہیں آتا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ موصوف نے بظاہر قرآن کی ادبیانہ زبان کے محتاط جملے کہہ کر کس طریقہ سے قرآن کو چیستان بنانے کی کوشش کی تا کہ اپنی من مانی تشریحات کو بخلاف تفاسیر اسلاف پیش کر سکے اور تحریف کا مرتکب ہو ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کلام حکیم ہے اور وہ ادیبوں اور شاعروں، جھیلوں میں پڑنیوالی پر تکلف اور استعارات پر مشتمل کتاب نہیں ہے۔ اس میں سیدھی اور صاف بات فرمادی کہ کفار کی روحوں کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور حدیث میں ہے کہ ان کا اعادہ قبروں کی طرف کر دیا جاتا ہے۔

(۲) توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم وعمرو بن عاص رضی اللہ عنہ :۔

واقعہ قرطاس میں جن الفاظ کو روافض نے غلط معنی پہنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص سرور کائنات کے خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توہین اور تکفیر کی ہے۔

اسی مفہوم کی تائید کرتے ہوئے کہ واقعی (العیاذ باللہ) حضور وفات سے چار دن پہلے حذیانی اور بہکی ہوئی باتیں کر رہے تھے۔ بخاری کے ایک اپنے موہوم نسخہ کی طرف منسوب کیا جس کا وجود ہی نہیں ہے جبکہ بخاری کے موجودہ نسخوں میں یہ نقطہ نظر نہیں آتا (کسی غیر معروف حوالہ سے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کر کے اپنی اندر

کی بات کو ظاہر کر کے توہین رسالت کا مرتکب ہوتے موصوف نے عذاب برزخ ص ۲۰۷ پر لکھا ہے بخاری روایت کرتے ہیں کہ وفات سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کتاب لاؤ میں تمہارے لئے وہ چیز لکھدوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو تو بعض صحابہ ؓ جن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے کہا کہ آپ پر مرض کی شدت کی وجہ سے الجھن اور پریشانی کی کیفیت طاری ہے اسی کے زیر اثر آپ فرما رہے ہیں اس لئے لکھانے کی ضرورت نہیں الفاظ یہ ہیں اھجر رسول ﷺ (البخاری ج ۲ ص ۶۳۸ اور حاشیہ نمبر ۷ وفی نسخۃ ہجر من باب الافعال)

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بخاری نے یہ بات لاکر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے دشمن کے ان سارے لوگوں کا منہ بند کر دیا جو کہتے ہیں کہ عمر پہلے منکر حدیث تھے۔ بخاری نے دکھا دیا ہے اس موقعہ پر عمر کا یہ کہنا ایک علت کی وجہ سے تھا وفات سے چار دن پہلے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ بیماری کی وجہ سے بحرانی کیفیت طاری ہو سکتی ہے تو کیا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر اس وقت کہ عین سکرات کی حالت میں ہوں طاری نہیں ہو سکتی؟ (اور اس بحرانی کیفیت کی ترجمانی کرتے لکھتا ہے) ایسے وقت کی بات جب اپنے آپے میں نہ ہو قرآن وحدیث کے نصوص کو کیسے جھٹلا سکتی ہے؟ (ص ۱۹ عذاب برزخ)

خلاصہ یہ نکلا کہ موصوف یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آپ وفات سے قبل ہذیانی کیفیت اور آپے سے باہر ہونے والی بے ہوشی کی حالت میں العیاذ باللہ بے تکے اور غلط جملے بول رہے تھے۔

حالانکہ بخاری میں کہیں نہیں کہ آپ یہ جملے بول رہے تھے اور کسی ایک غیر معروف نسخے کی طرف منسوب کر کے جس کا وجود ہی نہیں بخاری پر الزام لگانا بذات خود جرم ہے حدیث میں ہے کہ قد غلب علیہ الوجع حضور کو شدید درد غالب ہے اس لئے آپ کو اس وقت یہ تکلیف نہ دو اور اھجر میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے اور معنی یہ ہے کہ آپ کیا بے معنی لفظ بول رہے ہیں؟ آپ کی بات کو تو سمجھو ظاہر ہے کہ جب کسی کے

بارے میں یہ تصور کیا جائے کہ آپ سے باہر بات کر رہا ہے تو سمجھو کا لفظ نہیں کہا جاتا بلکہ کہا جاتا ہے اسے چھوڑ و مگر موصوف کا پروگرام چونکہ توحید کے مقدس نام پر انتہائی بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توھین کرنا ہے اس لئے اس نے نبی کی توہین کی ہے اور کہا ہے کہ ایسے وقت کی بات جب آپ اپنے آپ میں نہ ہوں قرآن وحدیث کی نصوص کو کیسے جھٹلا سکتی ہے۔ گویا اس کے نزدیک اگر بندہ اپنے آپ میں ہو تو پھر قرآن وحدیث کو جھٹلا سکتا ہے مگر جب اپنے آپ میں نہ ہو نہیں جھٹلا سکتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحیح وصیت فرمائی اور حالت ہوش میں فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بحرانی کیفیت کے نام سے آپ پر ھذیان کا الزام موصوف کے اندر کی گندگی کو ظاہر کرتا ہے کہ ان بدبختوں کے نزدیک اللہ جل جلالہ کے رسول پر ھذیانی کیفیت طاری ہو سکتی ہے جب کہ یہ صریح اور صاف توہین رسول ہے۔

(۳) توہین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: ۔ شیطان نے اس مسئلہ میں اس وقت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میت مبارکہ دفن بھی نہ ہوئی تھی امت کے دوسرے نمبر کے بزرگ ترین ولی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فریب دینے کی کوشش کی تھی اللہ کا کرم کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن ایمان کے اس وار کو اسی پر الٹ دیا گویا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شیطان نے غلبہ کر لیا تھا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچایا۔

جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف فرمان ہے کہ شیطان اس راستہ پر چل بھی نہیں سکتا جس پر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا رہا ہو بلکہ دوسرے پر چلا جاتا ہے۔

(۴) توہین امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ: ۔ اور دو صدیوں تک اس کی ایک نہ چلی پھر ۲۲۰ ھ کے مسئلہ خلق قرآن کے ہیرو امام احمد ابن حنبلؒ پر اس کا وار ہوا افسوس کہ وہ تاب نہ لا سکے اب ان کی شہرت اور ان کے ساتھ بے پناہ عقیدت کے سہارے اس ازلی دشمن کو قبر پرستی کے شکر کی بنیاد کہ مرنے والا دنیاوی قبر میں

زندہ ہے امت کے عقیدہ میں داخل کرنے اور قائم رکھنے کا موقعہ مل گیا پھر دنیا بھی الٹی اور آخرت بھی برباد ہوگئی (عذاب برزخ ص ۳۶) اندازہ کریں کہ امام وقت کی کس طرح گستاخی کی اور حقیقت یہ ہے امام صاحب کی نہیں بلکہ مسعود ڈاکٹر نے اس اور اس جیسی دوسری عبارات کی بنا پر اپنی آخرت کو خراب کر بیٹھا ہے۔

توہین قرآن وسنت وجملہ اہل اسلام:۔ لکھتا ہے ایک طرف قرآن احادیث صحیحہ اجماع صحابہ امام ابوحنیفہ اور امام بخاری ہیں جن کا فیصلہ ہے کہ روح بدن سے نکلنے کے بعد مردہ جسم میں قیامت سے پہلے واپس نہیں آسکتی۔ دوسری طرف امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر اور ایک جم غفیر ہے جو مردہ جسم میں قیامت سے پہلے روح کے واپس آجانے کا قائل ہے یہ دونوں عقیدے جو قران کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں ایک نہیں ان میں زمین وآسمان کی دوری اور ایمان وکفر کا فاصلہ ہے ایک کا ماننے والا بہر حال دوسرے کا کافر ہے۔

اس کا جواب تو صرف اتنا ہی کافی ہے کہ لعنة الله على الكاذبين اس لئے کہ قرآن وحدیث نے مسئلہ عذاب وراحت قبر اور حیات اموات فی القبر کو واضح کر دیا ہے صحابہ، تابعین اور جملہ ائمہ اور فقہاء آج تک سب مسلمان اس عقیدہ پر متفق اور ایک دوسرے کے نزدیک بہترین مسلمان ہیں اور قران وحدیث اور پوری امت مسلمہ کے مقابلہ میں ایک ملحد اور بے دین نو خیز لابی ہے۔ جن کے سرغنوں میں ایک آنجہانی مسعود عثمانی بھی ہے۔ جو اسلاف کی راہ چھوڑ کر گمراہ ہو چکے ہیں۔

ایک گذارش:۔ بندہ نے اپنے اس رسالہ کو عام اموات کی حیات بعد الممات فی القبر تک محدود رکھا ہے۔ حضرات انبیاء کرام کی حیات بعد الوفات کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ اس سے متعلق سوالات کا جواب دیا ہے۔ اس لئے کہ جب عام مردوں کی حیات ثابت ہوگئی تو حضرات انبیاء کی بطریق اولی ثابت ہوگئی اور پھر اس پر علماء کرام کی گرانقدر تصانیف بھی موجود ہیں۔

آخری بات:۔ فقیر حقیر نے کوشش کی ہے کہ مخالفین کے طرز انداز سے بچا جائے اور اخلاق کے دامن کو نہ چھوڑا جائے مگر مخالفین کے جارحانہ انداز کا اثر کہیں کہیں بندہ پر بتقاضہ بشری پڑ گیا ہے جس کے بارے میں پیشگی معذرت کی جاتی ہے اور اس رسالے کا مقصد کسی کی توہین یا تحقیر نہیں ہے صرف اور رفقط اتمام حجت ہے نہ کسی کا چڑانا مقصود ہے نہ گرانا آخر میں منکرین عذاب قبر مکفرین امت سے چند سوال

پہلا سوال:۔ کیا تمہارا ان فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے؟ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی ایک جماعت حقہ ہمیشہ ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گی جو دشمنان دین کا ہر میدان میں مقابلہ کرے گی اور کوئی باطل پرست طبقہ ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاںتک کہ قیامت آجائے گی اور وہ اس حال پر ہوگی اگر آپ کا اس پر ایمان ہے تو دور نبوی سے لے کر ابتک آپ لوگ ہر زمانہ میں بلا وقفہ سوسو آدمیوں کے نام بتائیں جو آپ کا عقیدہ رکھتے ہوں جبکہ فرمان نبوی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کی اکثریت ہدایت پر قائم رہے گی اور اللہ آپ کی امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائیں گے۔ اور اگر نہیں مانتے تو بتائیں کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہیں جن کا روضہ مقدسہ مدینۃ الرسول میں ہے۔

کیونکہ آپ کے زعم کے مطابق صرف آپ ہی مسلمان ہیں اور باقی سب اسلاف واخلاف مشرک وکافر تھے اس لئے آپ لوگ اسلاف میں سے کسی کے عقیدہ کو نہیں مانتے اور نہ کسی کی تحریر پر اعتماد کرتے ہیں۔

دوسرا سوال:۔ اگر تم اہل حق ہو تو بتاؤ کہ اللہ تعالی نے قرآن حدیث کی تم سے کس قدر خدمت لی ہے تمہارے کتنے ادارے ہیں جو قرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس اور اشاعت وتبلیغ کا فریضہ ادا کررہے ہیں یا اللہ تعالی نے اپنے کام سے تمہارے جیسے موحدین ومحبوبین کو محروم رکھا ہوا ہے اور مشرکین وکفار سے اس قرآن وحدیث اور فقہ

کی خدمت لے رہے ہیں۔ اور تمہیں صرف کھانے پینے اور امت میں انتشار کے لئے چھوڑا ہوا ہے اور صرف اس قدر کام لینے کی توفیق دی ہے کہ چار ورقی سے لے کر سولہ ورقی اور بڑی ضخیم کتاب ہو تو بتیس ورقی عظیم تصانیف کی اشاعت کرو اور چند ایک آیات کی معنوی تحریف وتبدیلی کر کے امت کو گمراہ کرتے رہو۔ اور باقی سارے دین کی حفاظت اور نگرانی دوسرے کرتے رہیں۔ اور تم ان پر کفر وشرک کے فتووں کے زہر آلود تیر برساتے رہو۔

تیسرا سوال:۔ جب تمہارے نزدیک علماء کرام کی اکثریت مشرک ہے تو بتائیں تمہاری وہ کتب کہاں ہیں جن سے تم نے روزمرہ کی عملی زندگی کے لئے مسائل نماز و روزہ حج وزکوۃ حلال وحرام نکاح وطلاق کے مسائل حاصل کئے ہیں۔ یا تمہیں اللہ نے شتر بے مہار کی شکل میں بتادیا کہ جہاں چاہو چرتے رہو منہ مارو جبکہ تمہارے نزدیک اسلاف امت محدثین اور مصنفین کتب حدیث وتفاسیر قرآن وشراح حدیث اور مؤلفین کتب فقہ سب مشرک کافر ہیں تو فرمایئے مسائل واحکام زندگی کہاں سے حاصل کرتے ہو؟

چوتھا سوال:۔ اگر ان تینوں چیزوں سے تم محروم ہو تو پھر بتاؤ کہ تم مسلمان ہونے کے دعوی میں کیسے سچے ہو؟ پھر یقین کرلو کہ تم باطل پرست اور گمراہ ہو۔ اور ہم تمہارے خیر خواہ ہیں کہ انتشار اور گمراہی کا راستہ چھوڑ دو اور واپس ہدات کی راہ پر آجاؤ اور قرآن وسنت اور اسلاف امت کیساتھ جڑ جاؤ اور اپنی آخرت خراب نہ کرو، قبر آخرت کا معاملہ انتہائی سخت ہے توحید جیسی اہم اور اعلی چیز کے نام پر انبیاء صلحاء کی تکفیر وتوہین چھوڑ دو ورنہ آتی کل میں پچھتاؤ گے مگر اس وقت کا پچھتاوا بے سود ہوگا۔

ہماری دعا ہے اللہ تمہیں ہمیں سب کو نور ہدایت سے نوازے (آمین)

وانا الفقیر الحقیر محمد عبد الکریم النعمانی النقشبندی کبیروالا

خادم جامعہ ابی بکر صدیق عمر کالونی کبیر والا ضلع خانیوال

۲۰۰۵ء بمطابق ۱۴۲۶ھ

اثباتِ راحت وعذاب
قبر وحیات بعد الممات
یعنی
غموں سے بھرپور خوشیوں سے مسرور

قبر کی زندگی

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن